www.urduchannel.in

امام ابو حنیفہؒ کی تدوین قانون اسلامی

اردو چینل
www.urduchannel.in

ڈاکٹر محمد حمید اللہ

نظر ثانی و تحشیہ
ڈاکٹر زیب افتخار

قرطاس

www.urduchannel.in

سید فرحان حیدر نقوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

يَلُوحُ الخَطُّ فی القِرطاس دهراً
وکاتبه رَمیم فی التراب

(تحریر کاغذ (قرطاس) میں عرصہ تک چمکتی رہتی ہے
جب کہ اسے لکھنے والا مر کر مٹی میں بوسیدہ ہو جاتا ہے)

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

سید فرحان حیدر نقوی

امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی

مولف:

ڈاکٹر محمد حمیداللہ

نظر ثانی وتہذیب:

ڈاکٹر زیبا افتخار

قرطاس

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

جملہ حقوق محفوظ

قرطاس
سلسلۂ مطبوعات - ۹۰
فروری : ۲۰۱۳ء

ISBN: 978-969-8448-86-8
قیمت : ۱۰۰ روپے

قرطاس
پرنٹرز، پبلشرز اینڈ بک سیلرز
فلیٹ نمبر ۲، پہلی منزل، عثمان پلازا، بلاک ۱۳-بی، گلشن اقبال، کراچی - ۷۵۳۰۰
فون: 34822480 (021) موبائل: 0321-3899909
ای میل: saudzaheer@gmail.com
ویب سائٹ: www.qirtas.co.nr

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

سید فرحان حیدر نقوی

فہرست

مقدمہ	ڈاکٹر زیبا افتخار	۷
پیش لفظ	ڈاکٹر حمید اللہ	۱۴
تمہید		۱۵
عہد نبوی میں قانون سازی		۱۶
فقہ عہد خلافت راشدہ میں		۱۸
عہد تابعین و تبع تابعین میں فقہ کا ارتقاء		۲۱
امام ابو حنیفہ۔ امام اعظم		۲۷
قانون روما کے اثرات		۴۱
حواشی		۵۱
کتابیات		۶۰
اشاریہ		۶۲

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مقدمہ

ڈاکٹر محمد حمید اللہ (۱۹ر فروری ۱۹۰۸ء۔ ۱۷ر دسمبر ۲۰۰۲ء) بیسویں صدی کے ایسے دانشور تھے جنہوں نے متنوع اسلامی موضوعات پر اپنی محققانہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا خواہ وہ میدان تدوین حدیث کا ہو یا فقہ کا، علم السِیَر کا ہو یا سیرت نگاری کا۔ بیسویں صدی کے حوالے سے عالم اسلام کا سماجی اور سیاسی منظرنامہ یہ تھا کہ ایک طرف یورپی استعماریت کے نتیجے میں مسلمانوں کے سیاسی زوال کا عمل مکمل ہو چکا تھا، مغربی استعماریت ایک طرف اسلامی حکومتوں کو ختم کر رہی تھی دوسری طرف ان کے علوم وفنون، سائنسی ترقی اور نظرفریب تہذیب مسلمانوں کے مذہب و اخلاق اور تہذیب وثقافت کا حلیہ بگاڑ رہے تھے۔ مسلمانوں میں عام مایوسی، جمود و انحطاط مسلط ہو گیا تھا۔ یہی حال ہندوستان کا تھا، ۱۸۵۷ء کے معرکہ کے بعد ہندوستان پر برطانوی سامراجیت اور زیادہ مستحکم ہو گئی تھی، خصوصاً یہاں کا حکمران طبقہ (یعنی مسلمان) استشراقی تحریک کا براہ راست ہدف بن گئے۔ انگریزوں کے ہندوستان پر قبضے کے بعد اسلام اور بانی اسلام پر تین اطراف سے حملے ہوئے۔ پہلا حملہ عیسائی مشنریوں نے کیا جو اپنے ہم مذہب حکمرانوں کے زیر سایہ تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف ہوئے۔ دوسرا حملہ ہندوستان کی آریہ سماج تحریک کی طرف سے ہوا جس نے مسلمانوں کے سات سو سالہ اقتدار اور اپنی محکومیت کا بدلہ چکانے کے لئے ان کے دین، پیغمبر اور تاریخ کو نشانہ بنایا اور تیسرا یورپی علوم کی شکل میں ہوا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کہتے ہیں:

''اسلام کو ہندوؤں کی مذہبی یلغار سے کچھ زیادہ خطرہ نہ تھا اسی طرح شائد عیسائیوں کی تبلیغی

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

سرگرمیوں سے بھی عموماً مسلمانوں پر کچھ اثر نہ پڑتا تھا مگر اسلام کے لئے سب سے زیادہ خطرناک آزمائش وہ تھی جو انیسویں صدی میں یورپ کے علمی افکار کی صورت میں ہندوستان پر نازل ہوئی۔ یہ علمی افکار وہ تھے جن سے مذہب، یورپ میں اس سے قبل نیم جان ہوکر دم توڑ رہا تھا۔ یورپ میں علوم اجتماعی کی ترقی کے ساتھ ساتھ، جن کی بنیاد عقلِ محض کے علاوہ سائنس کے تجربات ومشاہدات پر رکھی گئی تھی، مذہب کی الہامی بنیادوں پر شدید حملے ہوئے اور عیسائیت کو عقل اور منطق کی کسوٹی پر پرکھا جانے لگا۔ ہندوستان میں ان مغربی افکار کی اشاعت سے اسلام کو حقیقی خطرات سے دوچار ہونا پڑا"۔

(سید عبداللہ، سرسید احمد خان اور ان کے نامور رفقاء کی اردو نثر کا فنی اور فکری جائزہ، مکتبہ کاروان، لاہور، ۱۹۶۰ء، ص: ۲۰)

ان استشراقی حملوں کا ہندوستانی علماء نے مختلف سطحوں پر جواب دیا۔ مستشرقین کے مزعومہ بیانات میں ایک یہ بھی تھا کہ اسلامی فقہ، قانون روما کی معرب شکل ہے۔ یہ مقالہ اس دعویٰ کا انتہائی شافی، درست اور بے لاگ جواب ہے۔

اس موقع پر امام ابوحنیفہ اور ان کی قانون سازی کے حوالے سے چند حقائق کا اعادہ ضروری ہے۔ فقہ حنفی کے بانی امام اعظم نعمان بن ثابت کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ آپ ۸۰ھ/۶۹۹ء کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے کیونکہ آپ نے بعض اصحاب رسول مثلاً حضرت انس بن مالک کو دیکھا اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت سہیل بن سعد اور حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ کا زمانہ پایا تھا۔ آپ کے والد اور دادا تجارت پیشہ تھے لہٰذا آپ بھی نوجوانی میں اسی پیشہ سے منسلک ہوگئے اور خاصی ترقی کی، آپ نے کوفہ میں خز (خز ایک طرح کا ریشمی کپڑا ہوتا ہے) کا کارخانہ بھی قائم کیا تھا جو دار عمرو بن حریث میں کوفہ کی جامع مسجد سے متصل تھا۔

ایک واقعہ نے آپ کی توجہ حصول علم کی طرف مبذول کرادی، ایک دفعہ جبکہ آپ حسب معمول بازار کی طرف جارہے تھے، امام شعبی سے آپ کی ملاقات ہوگئی، جو کوفہ کے مشہور امام تھے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

انہوں نے دریافت کیا کہ کہاں جارہے ہو؟ ابوحنیفہ نے جواباً کہا کہ بازار جارہا ہوں۔ امام شعبیؒ نے پوچھا "تم پڑھتے کس سے ہو؟" انہوں نے جواب دیا "کسی سے بھی نہیں...."

امام شعبیؒ نے کہا "مجھے تم میں قابلیت کے جوہر نظر آرہے ہیں، تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو"۔ اس نصیحت نے ان کے دل میں گھر کرلیا بالآخر تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوگئے پہلے آپ کی توجہ علم الکلام کی طرف رہی، تجارت کی غرض سے ان کا اکثر بصرہ جانا ہوتا تھا، جہاں متعدد فرقے پنپ رہے تھے، خوارج کی بھی کثرت تھی جن سے ان کے مناظرے بھی ہوئے لیکن بعدازاں ان کی توجہ علم فقہ پر مرکوز ہوگئی اور اس میں انہوں نے ایسا کمال حاصل کیا کہ آج مسلم دنیا کا اکثریتی دینی مسلک فقہ حنفی ہی ہے۔

یوں تو آپ کے اساتذہ کی ایک طویل فہرست ہے، تاہم کوفہ میں حماد الراویہ اور مکہ میں حضرت عطاء بن ابی رباح کے حلقہ ہائے درس میں آپ نے سب سے زیادہ شرکت کی اور کئی سال فیض حاصل کیا۔ حماد الراویہ، کوفہ کے مشہور فقیہ اور محدث تھے، انہوں نے حضرت انس بن مالک سے حدیث کی سماعت کی تھی، اسی طرح مکہ معظمہ کے مشہور فقیہ عطاء بن رباح تھے۔ یہ حضرت عبداللہ بن عباس کے مولیٰ اور شاگرد تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے اپنی زندگی ہی میں عطاء بن ابی رباح کو اجتہاد اور فتویٰ کا اختیار دے دیا تھا اور مکہ میں ان کا وسیع حلقہ درس قائم تھا۔ مکہ میں قیام کے دوران ابوحنیفہ نے کئی بزرگوں سے استفادہ حاصل کیا جن میں امام اوزاعی اور مکحول دمشقی بھی شامل ہیں، جو شام کے ممتاز اساتذہ حدیث وفقہ سمجھے جاتے تھے۔

کوفہ میں حماد الراویہ کے انتقال (۱۲۰ھ) کے بعد ان کی مسند درس، امام ابوحنیفہ کے سپرد کی گئی اور جلد ہی آپ کے حلقہ درس کو اتنی شہرت ملی کہ کوفہ کے کئی حلقہ ہائے درس ختم ہوگئے اور امام صاحب کا حلقہ درس وسیع سے وسیع تر ہوگیا اور زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا کہ آپ کوفہ اور کوفی مکتبہ فقہ کے بڑے نمائندے تسلیم کئے جانے لگے۔

امام ابوحنیفہ کے جس قدر مسائل مدون ہوئے ان کی تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار سے کچھ زیادہ ہے۔ اس انتہائی بڑے اور اہم کام کے لئے امام ابوحنیفہ کی اپنے خاص چالیس شاگردوں پر

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مشتمل ایک مجلس تھی، جس نے امام اعظم کے فتوؤں کو نقل اور محفوظ کیا اور ۳۰ سال کے عرصہ میں بارہ لاکھ نوے ہزار فتاویٰ مدون ہوئے۔ امام ابوحنیفہ نے اپنے اصول تحقیق بیان کئے ہیں، فرماتے ہیں:

''میں کتاب اللہ سے اخذ کرتا ہوں، اگر وہاں کوئی مسئلہ نہیں ملتا تو سنت رسول اللہ سے لیتا ہوں اور جب وہاں بھی نہ ملے تو صحابہ میں سے کسی کا قول مان لیتا ہوں اور ان کا قول چھوڑ کر دوسروں کا نہیں لیتا اور جب معاملہ ابراہیم، شعبی، ابن سیرین اور عطاء پر آ جائے تو یہ لوگ مجتہد تھے، اس وقت میں بھی ان لوگوں کی طرح اجتہاد کرتا ہوں''۔

مولانا بدر عالم میرٹھی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی مجلس شوریٰ نقلی و عقلی ہر دو اعتبار سے بہت مکمل مجلس تھی اس میں اگر حفاظ ومحدثین، عربیت وتفسیر کو جاننے والے شامل تھے تو زفر بن ہذیل جیسے میزان عقل پر تولنے والے بھی موجود تھے۔ ان ہی اہل علم وفہم علماء کے تبادلہ خیالات کا نتیجہ تھا کہ مسئلہ کا ہر پہلو اتنا صاف ہو جاتا، اس کے مصالح ومضار سب اس طرح سامنے آ جاتے تھے کہ زمانہ کی ہر ضرورت کی اس میں پوری پوری رعائت ہو جاتی تھی۔

خطیب (بغدادی) امام ابو یوسف کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ کسی شخص نے وکیع سے کہا کہ ابوحنیفہ نے اس مسئلہ میں غلطی کی ہے، وکیع نے کہا ابوحنیفہ غلطی کیسے کر سکتے ہیں جبکہ ان کے ساتھ ابو یوسف و زفر جیسے ماہرین قیاس، یحییٰ بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، حبان ومندل جیسے حفاظ حدیث اور قاسم بن معن جیسے لغت وعربیت کے جاننے والے، داؤد طائی اور فضیل بن عیاض جیسے زاہد ومتقی شامل ہوں اگر وہ غلطی کریں گے تو کیا یہ لوگ ان کی اصلاح نہ کریں گے؟

(بدر عالم میرٹھی، ترجمان السنہ، جلد:۱، ص:۲۱۲، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۳ء)

امام ابوحنیفہ کی زندگی کے ابتدائی باون سال اموی عہد خلافت اور آخری اٹھارہ سال عہد عباسی میں گزرے۔ امام ابوحنیفہ نے کبھی سیاسی مناصب یا جاہ واقتدار کو اپنے لئے پسند نہیں کیا۔ ابن ہبیرہ، جو اموی دور میں کوفہ کا گورنر تھا اس نے امام ابوحنیفہ کو ایک سرکاری خدمت سونپنی چاہی یعنی اس کے احکامات پر سرکاری مہر ثبت کرنے کا کام دینا چاہا لیکن امام موصوف نے سختی سے انکار کر دیا، اس کی پاداش میں ابن ہبیرہ نے حکم دیا کہ ہر روز ابوحنیفہ کو دس دُرّے مارے جائیں۔ اس

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

سزا پر گیارہ دن عملدرآمد ہوا اور ان کو ایک سو دس دُرّے مارے گئے لیکن وہ اپنی بات پر قائم رہے بالآخر تنگ آ کر ان کو رہا کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپ مکہ معظمہ چلے گئے اور ۱۳۶ھ کے اواخر تک وہیں مقیم رہے اور درس و تدریس میں مصروف رہے۔

انہیں دوسری بار سیاسی منصب کی پیش کش عباسی خلیفہ ابوجعفر المنصور کی طرف سے ہوئی، اس نے امام ابوحنیفہ کو عراق بلوایا اور انہیں منصب قضاء کا عہدہ پیش کیا۔ امام صاحب نے انکار کر دیا جس پر خلیفہ نے انہیں قید کرا دیا، یہ ۱۴۶ھ کا واقعہ ہے، قید ہی کی حالت میں رجب ۱۵۰ھ میں امام ابوحنیفہ کا انتقال ہو گیا۔ حالت اسیری میں بھی ان کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ فقہ حنفی کے ممتاز ماہر امام ابومحمد نے قید خانے ہی میں امام ابوحنیفہ سے تعلیم حاصل کی تھی۔

ان کی وفات کی خبر انتہائی سرعت سے پورے شہر میں پھیل گئی قاضی شہر، حسن بن عمارہ نے غسل دیا، آپ کے جنازے پر لوگوں کی اتنی کثرت تھی کہ پہلی بار نماز جنازہ میں کم و بیش پچاس ہزار کا مجمع تھا، ایک روایت کے مطابق آپ کی نماز جنازہ چھ بار پڑھی گئی اور عصر کے قریب جا کر تدفین کا عمل مکمل ہوا۔ امام ابوحنیفہ کو ان کی وصیت کے مطابق مشہور قبرستان 'خیزران' کے مشرقی جانب دفن کیا گیا، ان کا مزار ایک مدت تک مرجع خلائق رہا اور آج بھی ہے۔ سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے امام صاحب کی قبر پر ایک قبہ اور اس کے نزدیک ایک مدرسہ تعمیر کرایا تھا، بغداد کا غالبًا یہ پہلا مدرسہ تھا۔ جس محلے میں ان کا مقبرہ واقع ہے وہ آج بھی امام اعظم کے نام پر ''اعظمیہ'' کہلاتا ہے اس سے وابستہ مدرسہ جو ''مشہد ابوحنیفہ'' کے نام سے مشہور ہوا، مدت تک قائم رہا۔ اس مدرسہ سے متعلق ایک مسافر خانہ بھی تھا۔ شائقین علم جو اطراف و اکناف سے آ کر بغداد میں عارضی قیام کرتے تھے ان کے قیام و طعام کا بندوبست اسی مدرسے سے کیا جاتا تھا۔

امام صاحب کے شاگردوں کی بڑی طویل فہرست ہے جو آپ کے کام کو آگے بڑھانے اور پھیلانے کا سبب بنے، اس سلسلہ میں امام صاحب کے ۴۰ چالیس شاگرد خاص تھے جو ہمیشہ آپ کی مجلس میں شریک رہتے اور جو آپ کے فتوؤں کو مدون کرنے میں پیش پیش رہے ان میں سے چند اہم نام یہ ہیں: زفر بن ہذیل، امام ابویوسف، داؤد طائی، شیبانی، ابومطیع البلخی، اسد بن عمرو، حسن

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

بن زیاد، عبداللہ بن مبارک وغیرہ۔ ان تمام اصحاب نے نہ صرف اپنے طور پر بڑا نام کمایا بلکہ امام ابو حنیفہ کی فقہ کے شارح کے طور پر نمایاں کردار ادا کیا۔

امام اعظم کی فقہ کی تدوین اجتماعی بحث وتحقیق کے طریقے پر ہوتی تھی اور آپ انفرادی رائے پر اجتماعی اجتہاد کو ترجیح دیتے تھے موفق الدین مکی لکھتے ہیں:

''ابوحنیفہ نے اپنا فقہی مسلک اپنے اصحاب کے درمیان مشاورت کے ذریعہ مدون کیا تھا، وہ اپنی رائے پر اصرار نہیں کرتے تھے بلکہ مجلس بحث وتحقیق میں کوئی مسئلہ پیش کر کے شرکاء مجلس کی آراء سنتے تھے اور اپنی رائے سناتے تھے۔ بعض اوقات یہ مباحثہ ایک ماہ سے بھی زائد دنوں تک جاری رہتا تھا یہاں تک کہ کسی رائے پر اتفاق ہوجاتا اور امام ابو یوسف اسے قلمبند کر لیتے''۔ (مناقب الامام الاعظم، جلد:۲،ص:۳۳)

یہ ایک حقیقت ہے کہ حنفی فقہ اپنے آغاز سے ہی اسلامی دنیا کا ایک مقبول فقہی مذہب رہا ہے، خلافت عباسیہ کے دور میں حنفی فقہ کو ملکی قانون کا درجہ حاصل ہوگیا جس کے مطابق عدالتیں تنازعات کا فیصلہ کرتی تھیں۔ عالم اسلام کی دو بڑی سلطنتوں یعنی سلطنت مغلیہ اور سلطنت عثمانیہ کا سرکاری مذہب بھی حنفی فقہ تھا۔ برصغیر کے نوآبادیاتی دور میں جو نیا قانون اینگلو محمڈن لاء کے نام سے متعارف ہوا۔ اس کی بنیاد بھی فقہ حنفی پر رکھی گئی اور بعد میں یہی قانون برطانیہ کی دوسری نوآبادیوں میں رائج ہوا۔ اس وقت بھی پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، ترکی، مصر، شام، فلسطین، اردن، عراق، افغانستان، وسطی ایشیا، مشرقی یورپ اور دنیا کے کئی دوسرے ممالک میں مسلمانوں کی اکثریت حنفی المذہب ہے۔

۶؍نومبر ۱۹۴۱ء کو حیدرآباد دکن میں ایک عظیم الشان علمی ہفتہ حیدرآباد اکادمی کی جانب سے منایا گیا اس موقع پر ڈاکٹر محمد حمیداللہ نے ''امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی'' کے عنوان سے مقالہ پڑھا جو پہلے مقالہ کی صورت بعدازاں کتابی شکل میں شائع ہوا اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۴۲ء میں

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

حیدرآباد دکن سے شائع ہوا اور ۱۹۶۵ء تک پانچ ایڈیشن زیور طباعت سے آراستہ ہوئے۔ اردو اکیڈمی سندھ کراچی سے اس کا پہلا پاکستانی ایڈیشن ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا جس میں ڈاکٹر حمید اللہ کے اکتالیس مقامات پر کئے گئے اضافے تتمہ کے طور پر صفحہ ۶۸ سے ۸۷ پر لگائے گئے ہیں۔ اس مرتبہ اور مصحح ایڈیشن میں ان تمام اضافوں کو عبارت میں شامل کیا گیا ہے نیز مقدمہ اور اشاریہ کا بھی اضافہ کیا گیا ہے جو عصری تحقیقی ضروریات کے عین مطابق ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کتاب کی کسی سابقہ اشاعت میں ناشر کے نام اپنے خط میں اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ امام ابوحنیفہ کے مزار کی تصویر بھی شامل کتاب ہو سکے لہذا اس ایڈیشن میں ان کی اس خواہش کا بھی احترام کیا جا رہا ہے۔

اس کتاب کا آخری ایڈیشن ختم ہوئے تقریباً ربع صدی گزر چکی ہے امید ہے علمی حلقوں میں اس مصحح ایڈیشن کو پذیرائی ملے گی۔

ڈاکٹر زیبا افتخار

اسسٹنٹ پروفیسر

شعبہ اسلامی تاریخ، کراچی یونیورسٹی

۷/ جنوری ۲۰۱۳ء

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

پیش لفظ

حضرت امام اعظم (امام ابوحنیفہ) کا اسلامی قانون پر اتنا احسان ہے اور قیام قیامت تک رہے گا کہ بیان نہیں ہوسکتا۔ ایک شافعی خاندان میں پیدا ضرور ہوا ہوں۔ لیکن میرے لئے امام شافعی سے بہتر مقتدیٰ کون ہوسکتے ہیں؟ لکھا ہے کہ جب کبھی امام شافعی بغداد جاتے تو فجر کی نماز میں دعائے قنوت (جو ان کی رائے میں واجب ہے) پڑھنا ترک فرمادیتے تھے۔ کسی نے وجہ پوچھی تو کہا اس قبر میں سونے والے (امام ابوحنیفہ) سے شرم آتی ہے کہ میں اپنی رائے پر اصرار کروں! ظاہر ہے کہ امام شافعی کے دادا استاد امام ابوحنیفہ کی میرے دل میں بڑی عزت ہے: بطور انسان اور مسلمان کے بھی اور عالم اور فقیہ کے بھی۔ ان کا مزار بغداد میں مشہور ہے۔ کاش میرے ناشر کو اس کا فوٹو مل جائے تا کہ اس حقیر کتاب کی زینت بنے۔

یہ رسالہ آج سے کوئی چالیس سال پہلے لکھا تھا۔ ایک دوبار اس اثناء میں کچھ ترمیم اور اضافے کے ساتھ وطن، حیدر آباد دکن، میں چھپا، اب وہ مکرر چھپ رہا ہے تو وطن سے دور ہوں۔ کسی مولف کو اس سے بڑھ کر کس بات سے خوشی ہوسکتی ہے کہ اس کی تحریر کو پڑھنے کے لوگ خواہشمند ہیں، اور وہ مکرر سکرر چھپے۔ امام ابوحنیفہ پر میری جو حقیر معلومات ہیں، وہ آگے کتاب میں ملیں گی۔ یہاں سوائے اس کے کیا عرض کروں کہ محترم ناشر کا شکر گزار ہوں کہ جو اسے پھر چھاپ رہے ہیں۔ جزاہ اللہ خیراً وبارک فی مساعیہ۔

محمد حمید اللہ

پاریس ۱۹ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی

تمہید:

مختلف ملکوں کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ہر جگہ ابتداً قبائلی رسم و رواج کا دور دورہ تھا اور اسی معاملے میں رواجی نظیر رہبری کے لئے موجود نہ ہوتی تو کسی معتمد علیہ اور فرزانہ پنچ سے رجوع کیا جاتا اور اس کا فیصلہ قانون کی ترقی کا ایک بڑا ذریعہ ہوتا تھا۔ کسی بستی کے بس جانے اور شہری مملکت کے قائم ہو جانے پر قبائلی وحدتوں کا رواج جلد ہی سربرآوردہ قبیلے کے رواج میں ضم ہو جاتا ہے اور اکثر ملکوں میں یہ رسم و رواج کسی بڑے ہیرو کی افسری کے زمانے میں تحریری صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اپنے کو حقیر سمجھنے کا جذبہ اور مرعوبیت بعد والوں کے لئے اس تحریری قانون میں جمود پیدا کر دیتے ہیں۔ اور جب تک کوئی انقلاب انگیز بیرونی اثرات یا خود اس تحریری قانون میں ترقی کر سکنے کے لئے اندرونی لچک نہ رہی ہو تو جلدی ہی وہ قانون از کار رفتہ ہو کر طبعی موت مر جاتا ہے۔

ایک دوسرا رجحان اکثر ملکوں میں یہ رہا ہے کہ ابتداً جملہ شعبہ ہائے حیات، چاہے وہ عبادات ہوں یا معاملات، یا جرائم و جنایات، مذہبیت کی ہمہ گیر گرفت میں جکڑے رہتے ہیں اور قانون دانی و عدل گستری پجاری کا اجارہ ہوتا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ عبادات اپنے تقدس کے باعث غیر تبدل پذیر ہو جاتی ہے اور سیاست اپنے نت نئے مسائل کے باعث روز افزوں صوابدید پر منحصر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اسی لئے مذہب اور سیاست میں دوری ہو جاتی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اسلامی قانون کا آغاز شہر مکہ سے ہوا۔ وہاں شروع میں ''جرہم'' اور کچھ عرصے بعد خزاعہ قبائل کے لوگ اسماعیلیوں کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے۔ متعدد کاروانی راستوں کا اہم جنکشن ہونے کی وجہ سے یہاں کی آبادی میں یک نسلی باقی نہ رہی تھی۔ اسماعیلی خاندان عراق مصر و فلسطین ۱ سے آئے تھے۔ خزاعہ یمن کے تھے۔ مکہ والوں کی رشتہ داری اور کاروباری تعلقات شہر مدینہ اور شہر طائف سے بھی کافی تھے۔ قصیٰ کا تعلق شمالی عرب کے قبیلے قضاعہ سے تھا۔ قصیٰ کی کوشش اور قابلیت سے قریش قبائل نے شہر مکہ میں سربرآوردہ حیثیت حاصل کی اور قصیٰ ہی کی سرداری میں ایک زیادہ منضبط شہری مملکت قائم ہوئی جس میں مختلف مذہبی، سماجی اور انتظامی عہدے موروثی طور پر مختلف خاندانوں میں پائے جاتے تھے۔ ۲ جہاں تک قانون کا تعلق ہے، حجاز میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم رہنے کے باعث اسلام سے پہلے کسی تحریری مجموعے کا پتہ نہیں چلتا لیکن قانون معاہدہ اور قانون جرائم وغیرہ کے بہت سے رواجی احکام، روایات نے محفوظ رکھے تھے حتیٰ کہ اجنبیوں کے حقوق کے تحفظ اور تصادم قوانین کے نفاذ کے لئے حلف الفضول ۳ کے نام سے ایک رضا کارانہ نظام بطور تہدید و تدارک وجود میں آ گیا تھا۔ شہر مکہ میں اسی قصیٰ کی اولاد میں سے حضرت محمد ﷺ نے پیغمبر اسلام کی حیثیت حاصل فرمائی۔ مکہ ''وادی غیر ذی زرع'' ہے، اس لئے یہاں کے لوگ عام طور پر تجارت پیشہ ہی تھے۔ تجارت اور کاروانی کاروبار کے سلسلے میں پیغمبر اسلام نے بھی عرب میں یمن اور عمان ۴ کا کافی طویل سفر کیا تھا اور عرب کے باہر کم از کم فلسطین جانے کا دوبار پتہ چلتا ہے۔ ایک مرتبہ آٹھ، نو سالہ نوعمری میں ضد کر کے اپنے سرپرست چچا کے ساتھ اور ایک مرتبہ بطور خود پچیس سال کی عمر میں۔ لکھنے پڑھنے سے ناواقف اُمی ہونے اور یونانی، لاطینی اور سریانی زبانوں کے نہ جاننے کے باعث سوائے قانون و رواج تجارت کو تیز نظری سے دیکھنے کے اس کی کم توقع کی جا سکتی ہے کہ فلسطین میں اس زمانے میں کسی اور چیز سے آپؐ نے دلچسپی لی ہو۔

عہد نبوی میں قانون سازی:

بہر حال چالیس سال کی عمر میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جو شہر کے ایک جونیر

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

گھرانے کے جونیئر رکن تھے ۵ اپنے متعلق خدا کے پیغام رساں ہونے کا اعلان فرمایا اور قوم کی اصلاح کی بیڑا اٹھایا، آپ جہاں دیدہ بھی تھے۔ کئی بار شام (فلسطین) کئی بار یمن اور کم از کم ایک بار بحرین وعمان کا سفر کر چکے تھے۔ ۶ جہاں کے میلوں میں ''سندھ، ہند، چین، اور مشرق و مغرب کے تاجر بھی آتے تھے''۔ ۷ بحری سفر کر کے ایک مرتبہ حبش جانا بھی مکتوب نبوی بنام نجاشی کے متعارفانہ انداز سے استنباط ۸ کیا جاسکتا ہے۔ اگر چہ اس طرح کے سفر کا کوئی صریح تذکرہ کہیں نہیں ملتا۔ اس تجربے کا اثر صوابدیدی (غیر وحی شدہ) قانون سازی پر ناگزیر ہے۔

خدا کا جو پیغام آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ سے وصول ہوتا تھا اسے آپ ﷺ فوراً ایک ترتیب سے لکھوا دیتے۔ اس کے مجموعے نے کتاب اللہ اور قرآن کا نام حاصل کیا۔ چونکہ پیغمبر اسلام نے قوم کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا اس لئے قوم کے ہر شعبہ حیات کے لئے اس میں رہنمائی کی گئی اور صرف ایک دنیاوی امور کے قانون ہی پر قرآن منحصر نہیں ہوگیا۔

قرآنی پیغام کی تشریح وتوضیح اور اصلاح قوم کے سلسلے میں ملک کے بہت سے اچھے اور معقول قدیم رواجات کو آپ نے اپنے متبعین میں جو برقرار رہنے دیا، یہ بھی قانون اسلام کا بہت بڑا ماخذ ہے خاص کر اس لئے بھی کہ خود قرآن نے متعدد جگہ اس کا صراحت سے حکم دیا ہے کہ پیغمبر اسلام کا ہر قول وفعل اور ہر امر ونہی واجب التعمیل اور لائق تقلید ہے۔ لیکن یہ سنت نبوی اس باقاعدہ اور مکمل طور سے تحریراً مرتب نہ ہوسکی جو قرآن کے متعلق ملحوظ رکھا گیا۔ یہ ظاہر ہے کہ سنت نبوی میں بھی صرف قانونی احکام نہیں ہیں بلکہ دیگر قسم کے امور بھی ملیں گے۔ قانونی احکام کچھ تو قرآنی اجمال کی تفصیل وتکمیل پر حاوی تھے تو کچھ نئے اور زائد احکام تھے جو قرآن کے سکوت کے وقت دیئے گئے تھے اور ملکی اچھے رسم ورواج کے مختلف اجزاء کو برقرار رکھنے پر مشتمل تھے۔ پیش ہونے والے مقدمات کے فیصلے، روزمرہ نظم ونسق کا تذکرہ، حکام اور افسروں کو ہدایتیں، خصوصی خطبات و اعلانات، غرض بیسیوں قسم کی چیزیں سنت میں ملتی ہیں۔ دنیا کا کوئی قانون مباح امور کی فہرست مکمل نہیں کرسکتا۔ اچھا اور معقول نظام قانون اپنی چند بنیادی خصوصیات کو واجب اور ضروری قرار دے کر اور ممنوعات کی فہرست کو مکمل کر کے باقی تمام چیزوں کو روا ۹ قرار دے دیتا ہے اور جن

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

چیزوں میں بیک وقت متعدد حقوق قائم ہوتے ہیں، ان کا تناسب بیان کر دیتا ہے "احل لکم ماوراء ذالکم" وغیرہ قرآنی آیتوں سے قانون اسلام میں بھی یہی اصول ملحوظ رہا ہوتا ہوتا ہے۔ "الا ما اضطررتم الیه لا یکلف الله نفساً الا وسعها" وغیرہ سے قانون میں لچک اور حالات کا ساتھ دینے کی قابلیت واجبات وممنوعات کے متعلق بھی پیدا کر دی گئیں۔

لیکن بڑا اہم سوال آئندہ کی ترقی کا ہے کہ مستقبل میں پیدا ہونے والے نامعلوم اور ان گنت نئے مسائل سے دوچار ہونے پر کیا کیا جائے؟ اس بارے میں امام ترمذی ۱۰ وغیرہ نے پیغمبر اسلام علیہ ﷺ کی ایک حدیث متعدد ماخذوں سے روایت کی ہے کہ جب آپؐ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو سرکاری افسر بنا کر روانہ کیا تو رخصتی باریابی میں حسب ذیل گفتگو فرمائی:

اگر کوئی مقدمہ پیش ہو تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟

جیسا کہ کتاب اللہ میں حکم ہے!

اگر کتاب اللہ میں صراحت نہ ہو تو؟

تو پھر رسول اللہؐ کی سنت کے مطابق!

اگر سنت رسولؐ میں بھی نہ ملے تو؟

تو پھر میں اپنے رائے سے اجتہاد کروں گا!

تعریف اس خدا کو سزاوار ہے جس نے اپنے رسولؐ کے فرستادے کو اس چیز کی توفیق دی جسے اس کا رسولؐ پسند کرتا ہے۔

یہ مکالمہ نہ تو کوئی کاغذی نظریہ بنا رہا اور نہ ہی کوئی انفرادی واقعہ تھا۔ ۱۱ اہم معاملات میں استصواب، نگرانی اور تصحیح کی ناگزیر ضرورتوں کے ساتھ ساتھ وسیع صوابدید کا حق خود جناب رسالت مآبؐ کی طرف سے افسران قانون کے لئے تسلیم کر لیا جاتا، اور ایک دوسرے موقع پر انتم اعلم بامور دنیاکم (تم لوگ اپنے دنیاوی امور کو زیادہ بہتر جانتے ہو) ارشاد فرما کر اپنے خالص جمالیاتی حکم کو منسوخ کر دینا ایک انقلابی لیکن فیصلہ کن نظیر تھی جس کے باعث اسلامی قانون کے مستقبل نے اپنے متعلق مکمل اطمینان حاصل کر لیا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

عہد خلافت راشدہ میں فقہ:

عہد نبوی مسلمانوں کا دور قانون سازی تھا۔ اس کے بعد تعمیر و توسیع کا تو سلسلہ جاری رہا لیکن خالص قانونی احکام کا مجموعہ تیار کرنے کی کوئی سرکاری کوشش نہ ہوئی۔ اگر چہ خلفاء کی سرپرستی بلکہ خود ان کی خواہش پر بعض خانگی مجموعے تیار ہوئے جس کی ایک مثال خود امام مالکؒ کی موطا کا خلیفہ منصور کی خواہش [۱۲] پر مرتب ہونا ہے۔ (دیکھئے زرقانی کی شرح موطا کا مقدمہ) لیکن ان کو کبھی سرکاری طور سے قانون ملک کے طور پر نافذ کر کے عدالتی و انتظامی افسران مملکت کو انھیں کا پابند کردینے کی صورت پیش نہ آئی۔ ایسے مجموعے صرف ایک درسی کتاب کی حیثیت حاصل کرسکے جن سے حسب ضرورت حکام عدالت وغیرہ بھی مدد لیتے تھے۔ بہرحال ان کی خانگی کوششوں نے وہی مقصد حاصل کرلیا جو سرکاری اہتمام سے ممکن ہوتا اور کوشش کے خانگی ہونے نے آئندہ بھی خانگی علماء کی ہمتیں بلند رکھیں، جو تدوین کے سرکاری ہونے کی صورت میں اتنے درخشاں نتائج پیش نہ کرسکتے۔ میرے ایک فاضل بزرگ اس کی دوسرے الفاظ میں یوں تعبیر و توضیح کرتے ہیں کہ اسلام میں عہد نبوی کے بعد نہ صرف عدلیہ کو تنفیذیہ سے آزاد رکھا گیا بلکہ تشریعیہ کو بھی، اس سے بڑھ کر یہ کہ تشریعیہ کو بڑی حد تک خالص غیر سرکاری بنادیا گیا۔

ہمارا موضوع سخن آج اسلامی قانون کی ابتدائی خانگی تدوین ہے جو دوسری صدی کے تقریباً آغاز سے وسط تک جاری رہی، یعنی امام ابو حنیفہؒ کی کوشش جو ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے۔

جیسا کہ معلوم ہوا، تدوین فقہ کا یہ عظیم الشان علمی کام کوفہ میں انجام پایا۔ کوفہ کو حضرت عمرؓ اسلام کی پشت پناہ، وغیرہ بہت زیادہ تعریف آمیز الفاظ سے یاد کرتے تھے اور یہ بے وجہ نہ تھا۔

کوفہ کی آبادی قدیم شہر حیرہ کے قریب بسائی گئی۔ سد مآرب کے ٹوٹنے کے سلسلے میں جب بہت سے یمنی قبیلے ترک وطن کر کے شمالی عرب میں آبسے تو حیرہ بھی لخمی قبائل کا مرکز بنا اور خاندان مناذرہ نے یہاں جو عرب حکومت قائم کی وہ ایرانی سرپرستی میں ایک خود مختار مملکت تھی جس

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کا پائے تخت علم وفن کے چرچوں سے صدیوں تک گونجتا رہا اور وہ ایران وعرب کا علم اور اخلاق دونوں حیثیتوں سے سنگم بنا رہا۔ منذروں کا خاندان آغاز اسلام تک بھی براجتا رہا، لیکن پھر اس علاقے کا الحاق ایران سے ہو کر حیرہ کی حیثیت ایک صوبہ وار شہر کی ہوگئی۔ اتنے میں فتوحات اسلام کے اولین سیلاب میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں سپہ سالار خالد بن ولیدؓ نے اس کی ایرانیوں سے گلوخلاصی کرائی۔

حضرت عمرؓ نے جب مملکت اسلامیہ میں جابجا چھاؤنیاں تعمیر کرائیں تو حیرہ کے بالکل قریب ایک خالص عربی شہر بسایا جس کا نام کوفہ رکھا گیا۔ شہر کا نقشہ اور دیگر ابتدائی حالات کی تفصیل پروفیسر ماسینون نے ایک مستقل مقالے میں دی ہے جس کا فرانسیسی سے عربی میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ (تاریخ طبری ۱۷ھ میں بھی یہ تذکرہ پندرہ بیس صفحوں میں ہے) یہاں ہمیں صرف یہ معلوم کرنا باعث دلچسپی ہوگا کہ اس چھاؤنی میں حضرت عمرؓ نے کوئی بارہ ہزار یمنیوں کو اور کئی ہزار دیگر قبائل کو بسایا۔ ان میں ایک ہزار پچاس صحابی تھے جن میں چوبیس بدری ۱۳؎ بھی تھے۔

حیرہ میں پہلے بھی یمنی ہی تھے اور اب کوفے میں تازہ ہزاروں یمنی آبسے تھے۔ یمن وہ مقام ہے جس کا تمدن، عرب میں بڑا قدیم ہے۔ سبا اور بلقیس کے متمدن زمانے کے قصے قرآن نے بھی ذکر کیے ہیں۔ ان کے ملک میں جتنے کتبے دستیاب ہوئے ہیں، عرب میں اور کہیں نہیں۔ اس یمن پر عرصے تک یہودیوں کی حکومت اور توریت کی کارفرمائی رہی۔ اس کے بعد حبش کے عیسائی آئے اور اٹلی کے پادری گرے جنتیوس نے اسکندریہ کے بطریک کے حکم سے یہاں عیسائی قوانین نافذ کیے جن کا مجموعہ مخطوطے کی صورت میں ویانا میں اب تک محفوظ ہے۔ ۱۴؎ عیسائی حبشیوں کا دور ایرانی حملے کے ذریعہ سے ختم ہوا اور اس کے بعد ایرانیوں نے اسلام کے لئے جگہ خالی کی۔ اس طرح معلوم ہوسکتا ہے کہ یمن تہذیب وثقافت کے نقطہ نظر سے کتنے کثیر دریاؤں کا سنگم بنا اور کتنے دلچسپ روایات وہاں کے تمدن میں سرایت کر گئے۔ انھیں یمنیوں سے کوفہ آباد ہوا لیکن یہی نہیں۔

صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ جہاں تک قانون کا تعلق ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں ان کو مدینہ منورہ میں مفتی مقرر فرمایا تھا کہ جس کسی کو کسی مسئلے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کے متعلق قانون اسلام دریافت کرتا ہو، عام طور سے انہی سے رجوع کرلے، اور یہ وہ واحد شخص ہیں جو خود رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں فتویٰ دیتے تھے۔ ۱۵ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ سے عمر میں دس پندرہ سال چھوٹے تھے ایک طرح ابوبکرؓ کے شاگرد کہے جا سکتے ہیں۔ ان دونوں میں اتنی گہری دوستی تھی کہ اکثر یکجا ساتھ رہتے، کوئی کام کرنا ہوتو مل کر کرتے۔ ۱۶ عہد رسالت کے بعد خلافت صدیقی میں دونوں کا اشتراک عمل اور باہمی مشورہ اور بھی زیادہ ہوگیا شاید اسی ہم مزاجی کو دیکھ کر ہجرت سے پہلے بھی جب مکہ میں مواخاۃ اولیٰ قائم کی گئی تو حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ ہی میں بھائی چارہ قائم کیا گیا تھا۔ ۱۷ اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ علوم صدیقی نے علوم فاروقی کے ساتھ امتزاج حاصل کرلیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ابتداً انھیں بزرگوں سے تعلیم پائی۔ پھر براہ راست جناب رسالتؐ سے تفقہ کرتے رہے اور پھر رسول اللہ ﷺ سے یہ تعریفی سند حاصل فرمائی کہ جسے قرآن سیکھنا ہو وہ عبداللہ بن مسعودؓ سے سیکھے۔ ۱۸ ان کی ذہانت و قابلیت دیکھ کر حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں ان کو کوفہ میں معلم بنا کر بھیجا ۱۹ اور یہ وہاں کی جامعہ مسجد میں فقہ کا درس دیتے رہے ان کے شاگردوں میں یمن ہی کے دو فاضل علقمہ (م۶۲ھ) اور اسود نخعی (م۷۵ھ) نے امتیاز حاصل کیا اور کوفہ میں حضرت ابن مسعودؓ کے جانشین بنے۔ علقمہ کے شاگردوں میں ابراہیم نخعیؒ اور ایک یمنی نے مسجد کوفہ میں درس فقہ کا سلسلہ جاری رکھا اور جب ابراہیم نخعیؒ کی وفات ہوگئی تو حماد بن ابی سلیمانؒ نے جو غالباً ایرانی تھے کوفہ کی درس گاہ فقہ کو مزید شہرت عطا کی۔ ابوحنیفہؒ انھیں حماد کے شاگرد اور جانشیں ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں، حضرت علیؓ بھی جو انا مدینة العلم وعلی بابها کے خطاب سے بارگاہ نبوی میں سرفراز ہوئے تھے ۲۰ وہ بھی آخری عمر میں کوفہ چلے آئے اور اس طرح ابن مسعودؓ اور حضرت علیؓ دونوں کے علوم کوفہ میں جمع ہوگئے۔

عہد تابعین و تبع تابعین میں فقہ کا ارتقاء:

مزید برآں یہ کہ مدینہ منورہ میں توسیع فقہ کے لئے شوریٰ اور اجماع کا ادارہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے خاصا منظم کردیا تھا اس دور کے فیض یافتہ تابعین میں ''فقہاء سبعہ'' نے جلد

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ہی بڑا امتیاز پیدا کرلیا اور ان سات ماہرین کی کمیٹی نے ایک طرح سے قانون سازی اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ سخاوی ۲۱ نے وضاحت سے بیان کی ہے کہ خود قاضی بھی مدینہ منورہ میں اس مجلس ہفت گاہ سے مشورہ لیتے اور اس کے فتوے کے پابند تھے۔ ان لوگوں کے نام قابل ذکر ہیں۔

(۱) ماہر قرآن وحساب ومیراث حضرت زید بن ثابتؓ کے بیٹے خارجہ (جو طلحہ بن عبداللہ بن عوف کے اشتراک عمل سے تقسیم وراثت کے مقدمات کا فیصلہ کرتے اور معاہدات کی دستاویزیں لکھتے)

(۲) حضرت ابوبکرؓ کے پوتے قاسمؒ

(۳) حضرت زبیرؓ کے بیٹے عروہؒ

(۴) بی بی میمونہ یا بی بی ام سلمہ کے مولا (آزاد کردہ غلام) سلیمان بن یسارؒ

(۵) عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؒ

(۶) سعید بن المسیبؒ

(۷) عبدالرحمٰن بن عوف کے بیٹے ابوسلمہ یا حضرت عمرؓ کے پوتے سالم یا ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام القرشی۔ اس ساتویں رکن کے تعین میں اختلاف ہے اور تین نام لئے جاتے ہیں۔ جو تینوں مشہور فقیہ تھے۔ ممکن ہے کہ مذکورہ بالا چھ میں سے بعض کے انتقال پر دو نئے ارکان اس کمیٹی میں شریک کر لئے گئے ہوں۔

امام ابوحنیفہؒ نے اپنے زمانے کی دنیائے اسلام کے اکثر اہم مرکزوں میں تعلیمی سفر اختیار کیا اور خاص کر مکہ اور مدینہ کئی مرتبہ گئے اور مجلس ہفت گانہ فقہاء سبعہ کے جو ارکان زندہ تھے ان سے خوب فیض حاصل کیا تھا۔ اسی طرح حضرت علیؓ کے خاندانی سلسلے کے ممتاز ارکان امام محمد باقرؒ اور امام جعفر الصادقؒ اور امام زید بن علی زین العابدینؒ سے بھی سالہا سال استفادہ کیا اور آخر میں کوفہ ہی میں متوطن ہو کر وہیں فقہ کا درس دیتے رہے۔

ان حالات میں کوئی حیرت نہ ہوا گر سفیان بن عیینہ نے اپنے زمانے کے حالات دیکھ کر یہ کہا ہو کہ "اگر کوئی غزوات (تاریخ اسلام) کی تعلیم پانی چاہتا ہے تو اس کا مرکز مدینہ منورہ ہے۔ اور کوئی مناسک حج کی مہارت پیدا کرنی چاہتا ہے تو مکہ اور اگر فقہ چاہتا ہے تو کوفہ۔" ۲۲

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

رسول عربی ﷺ نے اپنی دس سال مدنی زندگی میں جس سیاست کی بنیاد ڈالی تھی اور خاص کر آخری سالوں میں ایران و روم کے لئے جو کاروائی شروع کی تھی اس کو آپ ﷺ کے جانشینوں نے جاری رکھا اور جب عراق و شام و مصر بھی شہر مدینہ کے نظام مرکزی میں منسلک ہو گئے تو ناگزیر بہت سے صحابہؓ ان مقبوضہ علاقوں میں جا متوطن ہو گئے اس وقت دنیا میں مسلمانوں کے جو فقہی مذہب رائج ہیں وہ زیادہ تر تین ہی صحابہؓ کے مکاتب کی روایات کے حامل ہیں یعنی حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت علیؓ۔

حضرت ابن مسعودؓ جیسا کہ بیان ہوا کوفہ جا بسے تھے۔ جو نو آباد اور خالص عربی شہر تھا، اگرچہ عراق میں واقع اور ایرانی تمدن کے اثرات سے گھرا ہوا تھا اور ان کے تعلیمی سلسلے کی براہ راست پیداوار، علقمہ نخعیؒ، پھر ابراہیم نخعیؒ، پھر حمادؒ، پھر ابوحنیفہؒ ہیں۔ حضرت بن عمرؓ زیادہ تر حجاز میں رہتے تھے ان کے شاگردوں میں ان کے مولا یعنی آزاد کردہ غلام، نافع نے بڑا امتیاز حاصل کیا۔ امام مالکؒ انہی کے شاگرد تھے اور مدینہ منورہ میں رہتے تھے امام مالکؒ کے شاگرد امام شافعیؒ، امام شافعی کے شاگرد امام احمد بن حنبلؒ ہیں اور امام احمدؒ کے شاگردوں میں داؤد ظاہری۔

حضرت علیؓ، پیغمبر اسلام کے چچازاد بھائی، پروردہ، اور داماد تھے۔ زیادہ تر مدینہ میں رہے آخری عمر میں سیاسی ضرورتوں سے کوفہ جا رہے تھے ان کی تعلیم کا ایک خاندانی سلسلہ بھی چلا اور جملہ شیعہ مذاہب اسی کی شاخیں ہیں۔

جناب رسالت (ف ۱۱ھ)

ابن مسعود الہذلی (ف ۳۲ھ)	ابن عمر (ف ۷۳ھ)	علی (ف ۴۰ھ)
علقمہ نخعی (ف ۶۲ھ)	نافع بن سرجس (ف ۱۱۷ھ)	حسین (ف ۶۱ھ)
ابراہیم نخعی (ف ۹۵ھ)	مالک (ف ۱۷۹ھ)	علی زین العابدین (ف ۹۴ھ)
حماد (مولی اشعری) (ف ۱۲۰ھ)	شافعی (ف ۲۰۴ھ)	زید (ف ۱۲۲ھ) - محمد باقر (ف ۹۴ھ)
ابوحنیفہ (ف ۱۵۰ھ)	احمد حنبل (ف ۲۴۱ھ)	جعفر صادق (ف ۱۴۸ھ)

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

یہ نہ خیال کیا جائے کہ یہ مختلف مکاتب ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہے اور بالکل علیحدہ ترقی کرتے رہے بلکہ اس زمانے کا رواج تھا کہ ہر بڑا عالم بیسیوں اساتذہ کے درس میں شریک رہا اور ان کے تربیت سے فیض یاب ہوتا رہا۔ مثال کے طور پر بعض عقیدت مند سوانح نگاروں نے امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ کی تعداد ہزاروں تک پہنچا دی ہے۔ بہرحال یہ امر قابل ذکر ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نہایت گہرے دوستانہ تعلقات نہ صرف زیدیہ مذہب کے بانی امام زید بن علیؒ زین العابدینؒ سے تھے۔ ۲۳ بلکہ امامیہ مذہب کے بانی جعفر صادقؒ اور ان کے والد محمد باقرؒ کے بھی، کہتے ہیں کہ وہ بہت دن تک شاگرد رہے۔ امام مالکؒ سے بھی ان کی ملاقاتیں اور افادے اور استفادے کے لئے مباحث رہے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد رشید و حنفیؒ مذہب کے مشہور امام محمد شیبانیؒ نے بھی امام مالکؒ سے عرصے تک تعلیم پائی تھی۔ یہی حال امام شافعیؒ کا تھا۔ یہ نہ صرف امام مالکؒ کے شاگرد رشید تھے بلکہ امام ابوحنیفہؒ کے دو بڑے شاگردوں امام محمد شیبانیؒ اور وکیعؒ سے سالہا سال درس لیا تھا اور محمد شیبانیؒ کی اونٹ بھر کتابیں (حمل بختئی کتباً) انہوں نے نقل کی تھیں۔ ۲۴ غرض جب تک یہ مکاتب تعصبات کا شکار نہ ہو گئے باہم افادہ اور استفادہ جاری رہا اور فراغ دلی اور آزاد خیالی کا ملاپ ان کا مسلک تھا لیکن بعد میں ایسے زمانے آگئے کہ شیعوں اور سنیوں ہی میں نہیں، شافعیوں اور حنبلیوں تک میں، آپس میں خون ریز جھگڑے ہونے لگے۔ اب اس پس منظر کے ساتھ دیکھو تو حنفی شافعی ہی نہیں، سنی شیعہ فقہ بھی مخصوص فرقہ وار فقہ نہیں بلکہ وہ مسلمانوں کی مشترکہ فقہ ہے اور خاص کر ابتدائی صدیوں میں فرقہ وار اساتذہ اپنے فرقہ تک محدود نہیں رہتے تھے۔ خود جس چیز کو حنفی فقہ کہتے ہیں اس میں ابوحنیفہ کے اقوال پر مشکل سے پندرہ فیصد امور میں عمل ہوتا ہوگا۔ اور جس طرح سے شافعی و مالکی فقہ، حنفی فقہاء سے متاثر ہوتی رہی ہے، حنفی فقہ کی جزئیات میں ترمیم غیر حنفی اثرات سے محسوس و غیر محسوس دونوں طریقوں سے ہر زمانے میں ہوتی رہی اسی لئے ہم نے اس مقالے کا عنوان ابوحنیفہ کی تدوین فقہ حنفی نہیں بلکہ فقہ اسلامی رکھا ہے۔

قرآن کو خود رسول اللہ ﷺ نے مدون کرایا۔ آثار نبوی یا حدیث کو لکھنے کی بہت سی کوششیں مختلف صحابہ نے جناب رسالت ﷺ کی زندگی میں بھی کیں اور آپ کے بعد بھی۔ ۲۵

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اور جن صحابہ نے لکھنے کو اہمیت نہ دی وہ بھی اپنی معلومات زبانی طور سے نوعمر نسلوں میں منتقل کرتے رہے۔ اس میں تخصص بھی نظر آتا ہے۔ چنانچہ بعض صحابہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ ہفتے میں ایک دن تفسیر پر، ایک دن غزوات نبویہ پر اپنے طلباء کو لیکچر دیتے تو باقی دنوں میں مختلف دیگر آثار نبویہ یا علوم اسلامیہ پر۔ جہاں تک فقہ کے موجودہ مفہوم کا تعلق ہے اور جس میں عبادات، معاملات اور حدود و تعزیرات یعنی سزائیں داخل ہوتی ہیں، عہد نبوی ہی سے اس کے لکھنے کی کوششیں شروع ہو چکی تھیں۔ فتح مکہ کے وقت جناب رسالت مآب ﷺ نے جو احکام و اصول سے لبریز خطبہ دیا تھا وہ خود جناب رسالت ﷺ کے حکم سے لکھ کر ابو شاہؓ نامی ایک صحابی کو دیا گیا تھا کہ اپنے ملک میں اس کو لے جا کر دستور عمل بنائیں (بخاری) عمرو بن حزم کو یمن کا گورنر بناتے وقت جناب رسالت ﷺ نے جو طویل تحریری ہدایت نامہ دیا، اسے بھی تاریخ نے محفوظ رکھا ہے۔ زکوٰۃ کے سرکاری محاصل جو غلے، جانوروں، اور نقد رقم وغیرہ پر وصول کئے جاتے تھے ان کا نصاب بھی تحریر کر کے محصلین کو دیا جاتا تھا۔ اس کے چند سال بعد خلیفہ حضرت عمرؓ نے والئ بصرہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کو جو مشہور عالم ہدایت نامہ بھیجا، وہ محفوظ ہے اور غیر مسلم مستشرق بھی اس پر سر دھنتے ہیں کہ اتنے قدیم زمانے میں اتنے ماڈرن حکم کیسے دیئے گئے؟

حضرت ابن عباسؓ (م ۶۸ھ) کے پاس کسی شخص نے ایک مرتبہ ایک کتاب پیش کی تھی۔ جس میں حضرت علیؓ کے فتوے یکجا کئے گئے تھے۔ خود حضرت ابن عباسؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کے فتوے بھی کتابی صورت میں مدون ہوئے تھے اور ان دونوں کے فتوؤں کی کتابیں کم از کم پانچویں صدی ہجری تک موجود تھیں جیسا کہ ابوالحسین البصری نے اپنی کتاب المعتمد میں لکھا ہے۔ حکام عدالت کے فیصلوں کی نقلیں بھی محفوظ رکھی جاتی ہوں گی، جس کا امام ابو یوسفؒ وغیرہ کے زمانے سے پتہ چلتا ہے۔ جو صحابہ اپنے طلباء کو فقہ کی تعلیم دیتے تھے، اس کی یادداشتیں بھی لی جاتی رہی ہوں گی۔ امام زید بن علیؒ (م ۱۲۲ھ) کی طرف فقہ میں ایک کتاب المجموع منسوب ہے جو اب چھپ کر دستیاب بھی ہونے لگی ہے اگرچہ اب تک اس بحث کا خاتمہ نہیں ہوا کہ یہ کتاب امام زیدؒ کی لکھی یا املا کرائی ہوئی ہے یا ان کے لیکچروں کو ان کے کسی شاگرد نے بعد میں خود مرتب کیا ہے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اگر وہ امام زیدؒ ہی کی ہے تو یہ امر دلچسپ ہوگا کہ اس تدوین کا خیال انھیں کس طرح پیدا ہوا؟ اس کی ترتیب ابواب میں انہیں کس سے مدد ملی؟ اور ان کا طریقہ کار کیا تھا؟ اور آیا وہ انفرادی کوشش تھی یا اشتراک وتعاون کا نتیجہ؟ مگر اس پر مواد نہیں ملتا۔

احادیث نبوی کو فقہی ابواب پر مرتب کرنے کی کوشش امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) کی موطاء سے بھی قبل امام ابن الماحبشونؒ (م ۱۶۴ھ) ۲۶ نے کی۔ لیکن سوائے زرقانی کی شرح موطا کے دیباچے میں نام کے حوالے کے اس کا اب کوئی پتہ نہیں چلتا۔ امام مالکؒ کی تالیف اسی کی اصلاح اور اسی کے جواب میں تھی یہ خیال کیا جاتا رہا ہے کہ اولاً خالص حدیث کے مجموعے تیار ہوئے پھر فقہی احکام کی حدیثیں الگ مرتب کرنے کے بعد آخر خالص فقہی کتابیں تیار ہوئیں لیکن میں اس نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ خالص حدیث کے بعد خالص فقہی کتابیں لکھی گئیں، تو ردعمل کے طور پر قانونی احادیث کے مجموعے تیار ہوئے امام زید بن علیؒ، امام ابو حنیفہؒ اور الماحبشونؒ، جنھوں نے صرف روایات مدینہ جمع کر کے ایک کتاب شائع کی اور دیگر اہل رائے نے ایک مکتب خیال قائم کیا، جس کے پیروؤں نے بعد میں غلو پیدا کیا تو بطور ردعمل اہل حدیث نے سنت کی پیروی پر زور دینے کے لئے فقہی احکام کی حدیثیں الگ مرتب کیں۔

امام مالک (م ۱۷۹ھ) وغیرہ چند ہم عصروں کی موطاؤں کو اسی تحریک کا آغاز سمجھنا چاہئے، اور صحیح بخاری کو اس کی انتہاء۔

جب مملکت کے استحکام اور امن وامان کے ساتھ قانونی احکام کی روز افزوں وسعت و کثرت ہونے لگی تو اس کے مجموعوں کی ضرورت حکومت نے بھی محسوس کرنی شروع کی اور خانگی علماء نے بھی، مذکورہ بالا مختصر پس منظر سے فوراً معلوم ہوسکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ (م ۱۵۰ھ) کی کوششیں، فقہ کو مدون کرنے کے متعلق اپنی نوعیت کی اولین نہ تھیں، لیکن ان کے کام کی وسعت، تنوع اور فنی خصوصیات کے باعث ان کی کوششیں اوروں سے زمانے میں متاخر ہونے کے باوجود ہر نقش ثانی کی طرح زیادہ دلکش رہیں اور آج انہی کا مختصر ذکر مطلوب ہے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

امام ابوحنیفہ۔ امام اعظم:

ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطیٰ (یا زوطرۃ) ۲۷ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ ان کے بارے میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ نسلاً کون تھے؟ کوئی عرب بتاتا ہے تو کوئی ایرانی، کوئی افغانی کابلی بتاتا ہے تو کوئی باپ کو ایرانی اور ماں کو سندھی۔ تاریخ بغداد ۲۸ میں خطیب نے علاوہ کابل، انبار، ترمذ اور نسا کے ایک روایت ان کے نبطی ۲۹ ہونے کی بھی درج کی ہے۔ نبطی عراق وشام کے مابین علاقے کی ایک قوم تھے اور بعض وقت کسان پیشہ بھی، بالحاظ قومیت ہمیں اس بحث سے زیادہ دلچسپی نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ اسلام نے شعوب وقبائل کی نسبت کو باہم تعارف اور پہچانیت کی حد تک تو جائز رکھا ہے ورنہ اس اجازت کے ساتھ ہی اس نے کہہ دیا ہے کہ ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم اگر اس بحث کی تکمیل اور تحقیق سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کہ قانون اسلام کی تدوین یا ارتقاء پر امام ابوحنیفہ کے ذریعے سے کونسے بیرونی اثرات پڑے تو وہ بھی لا حاصل ہوگی کیونکہ چاہے ان کے دادا ایک آزاد کردہ نو مسلم غلام ہی کیوں نہ رہے ہوں خود ان کی آنکھ مسلمان گھرانے میں کھلی تھی، ماحول خالص اسلامی ملا اور زندگی زیادہ تر کوفہ کے، یا بغداد کے اسلامی شہروں میں گزری۔ گو وہ فارسی ضرور جانتے تھے ۳۰ اور ان کے اساتذہ میں عطا ابن ابی رباحؒ نوبیہ کے حبشی تھے۔ عکرمہ مولا ابن عباسؓ بربر قوم کے تھے، مکحولؒ شامی، یا مصری یا کابلی تھے اور عربوں کے علاوہ مختلف نسلوں کے عجمی مسلمانوں سے بھی تعلیم پائی تھی، تجارت غالباً ان کا آبائی پیشہ تھا۔ بہر حال ہم ان کو ریشم کے کپڑوں ۳۱ کا کاروبار عمر بھر کرتا پاتے ہیں اور زمانہ طالب علمی میں بھی ان کو "موسر" (مالدار) کہا جاتا دیکھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں نہ تو انہیں تعلیم کا شوق تھا اور نہ موقع ملا تھا، اور وہ اپنی ذہانت وتوانائی بازار ہی میں صرف کرتے تھے، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا علم پرور دور آیا تو اس نے ان پر بھی اثر ڈالا اور جسے ایک بار علم کا چسکا پڑ جائے وہ کہاں چھوٹ سکتا ہے؟

شعبیؒ (م ۱۰۴ھ) ایک مشہور محدث گزرے ہیں۔ ان کی مردم شناس آنکھ نے ہونہار ابو

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

حنیفہ کا جوہر تاڑ لیا اور ایک دن پوچھ ہی لیا کہ صاحبزادے تم کس سے تعلیم پاتے ہو؟ اور جب کاروبار کا نام سنا تو فرمایا کہ تم غفلت نہ کرو اور علم حاصل کرنے اور علماء کے ساتھ بیٹھنے پر نظر رکھو کیونکہ میں تم میں ایک بیداری اور حرکت پاتا ہوں۔ ۳۲ حساس دل پر بے غرضانہ خلوص کا فوراً اثر ہوتا ہے، چنانچہ انہوں نے اب اعلیٰ تعلیم پر توجہ کی اور یکے بعد دیگرے بہت سے اساتذہ کے حلقہ ہائے درس میں شریک ہو کر اپنی پسند کا معلم انتخاب کرنے لگے۔ ۳۳

بعض بیانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں شروع میں علم کلام سے دلچسپی ہوئی جو اس زمانے میں نیا نیا رواج پذیر ہوا تھا اور آپ نے کافی درک بھی پیدا کر لیا لیکن ایک دن کسی بڑھیا نے ان سے روزمرہ کے کام کا ۳۴ کوئی معمولی سا مسئلہ پوچھا تو اس میں یہ کورے نکلے۔ ۳۵ اس سے ان کے دل کو بڑی چوٹ لگی کہ وہ علم ہی کس کام کا کہ غیر محسوس امور کے متعلق تو زمین آسمان کے قلابے ملائیں اور روزمرہ کی ضرورتوں کے احکام سے نابلد ہوں۔

بعد کے زمانے میں ان کے ایک شاگرد ہیثم بن عدی الطائیؒ نے ان سے پوچھا کہ علوم تو بہت سے ہیں آپ نے فقہ کا کیوں انتخاب کیا تو انہوں نے کہا تھا۔ ''میں بتاؤں۔ توفیق تو خدا کی طرف سے ہوئی اور تعریف کا اہل و مستحق وہی ہے، بہر حال جب میں نے علم حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو سب ہی علم اپنے سامنے رکھے اور سب کو تھوڑا تھوڑا پڑھا اور پھر ان کے انجام و نفع پر غور کیا۔ چنانچہ میں نے علم کلام کو لینا چاہا تو نظر آیا کہ اس کا انجام برا ہے اور منفعت تھوڑی اور اگر کوئی شخص اس میں کمال بھی پیدا کر لے اور لوگوں کو اس کی ضرورت پڑے تو بھی وہ علانیہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ورنہ اس پر ہر قسم کے الزام لگائے جاتے ہیں اور اسے برا کہا جانے لگتا ہے۔ پھر میں نے ادب اور نحو پر غور کیا اس کا انجام صرف یہ نظر آیا کہ کسی بچے کا معلم بن سکوں۔ پھر میں نے شاعری پر غور کیا تو دیکھا کہ اس میں مدح و ہجو اور جھوٹ اور دین کی مخالفت کے سوا انجام کچھ نہیں۔ پھر قرأت پر غور کیا تو اس میں کمال کا انجام یہ نظر آیا کہ کچھ نوجوان میرے پاس پڑھنے آئیں گے اور قرآن اور اس کے معنوں پر کچھ کہنا بڑی ٹیڑھی چیز ہے۔ پھر میں نے کہا کہ حدیث پڑھوں تو دیکھا کہ بہت سی حدیثیں جمع کر کے لوگوں کے لئے اپنی احتیاج پیدا کرنے میں بڑی عمر لگے گی اور جب یہ چیز حاصل بھی ہو

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

جائے تو شاید صرف نوعمری ہی میرے پاس آئیں اور ممکن ہے کہ مجھ پر جھوٹ یا بھول کا الزام لگائیں اور قیامت تک وہ میری بدنامی کا باعث ہو جائے۔ پھر میں نے فقہ پر غور کیا اور جتنا غور کیا اتنا ہی اس کی عظمت اور جلالت ذہن نشین ہوتی گئی اور اس میں کوئی عیب نظر نہیں آیا اور میں نے دیکھا کہ ایک تو اس طرح ہمیشہ علماء وفقہاء، مشائخ اور اہل نظر کی ہم نشینی حاصل ہوگی اور ان کے اخلاق سے متصف ہونے کا موقع ملے گا اور دوسرے یہ بھی نظر آیا کہ اس کے جاننے کے بغیر نہ تو مذہبی فرائض کی ادائیگی ٹھیک ہوسکتی ہے نہ دینی امور انجام پا سکتے ہیں اور نہ عبادت کی جاسکتی ہے، یوں بھی اگر گھر میں یا رشتہ داروں میں یا محلے میں کوئی مسئلہ پیش آئے تو لوگ مجھ سے پوچھیں گے اور اگر میں جواب نہ دے سکوں تو کہیں گے کہ پوچھ کے بتلاؤ اور اگر میں کسی سے پوچھوں تو وہ معاوضے ۳۶ کی توقع کرے گا۔ غرض اگر کوئی فقہ سے دنیا حاصل کرنا چاہے تو اعلیٰ ترین مراتب تک پہنچنے کے امکانات ہیں اور اگر کوئی عابد وعزت گزیں بننا چاہے تو پھر کوئی یہ اعتراض نہ کر سکے گا کہ بے جانے بوجھے عبادت میں لگ گیا ہے بلکہ یہی کہا جائے گا کہ علم حاصل کر کے اس کے مطابق عمل کیا ہے۔ ۳۷ تاریخ بغداد میں خطیب نے بھی روایت یوں بیان کی ہے کہ انہوں نے احباب سے مشورہ کیا اور مختلف علوم کے نتائج اور خامیاں بھی انہوں نے ابوحنیفہؒ کو بتائی تھیں۔ ۳۸ بہرحال جب امام ابو حنیفہ نے فقہ پر توجہ کی تو شہر کوفہ کے مختلف اساتذہ کے حلقہ ہائے درس میں حاضر ہوتے گئے مگر سوائے حماد بن ابی سلیمانؒ کے کوئی نظر میں نہ جچا چنانچہ ان کی وفات تک یعنی اٹھارہ سال تک برابر ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے رہے۔ ۳۹

حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت عمرؓ کے حکم سے بطور معلم آ کر کوفہ میں سکونت اختیار کر کے درس وتدریس کا جو اہم سلسلہ شروع کیا تھا اسے علقمہ پھر ابراہیم نخعی اور ان کے بعد حمادؒ جیسے ممتاز فقہاء نے جاری رکھا تھا اور خود امام ابوحنیفہ کے الفاظ میں جو انہوں نے خلیفہ منصور سے کہے تھے، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے علوم کا سنگم اس مدرسے میں ہو گیا تھا ۴۰ جس کے باعث اس مکتب نے خاص وقار حاصل کر لیا تھا۔ اب حماد کی وفات پر خوف ہوا کہ کہیں یہ نام مٹ نہ جائے اور یہ سلسلہ ٹوٹ نہ جائے۔ پہلے حماد کے قابل بیٹے اسماعیل کا

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مسند نشین کرنے کی خواہش ہوئی لیکن انہیں فقہ سے زیادہ شاعری اور تاریخ سے دلچسپی تھی آخر حمادؒ کے شاگردوں نے باہم مشورہ کیا اور سب کی نظر اپنے کم سن شریک درس ابو حنیفہ کے سوا کہیں نہ جمی اور سبھوں نے انہی کو مجبور کرنا شروع کیا۔ انہوں نے کہا بھائیو! مجھے عذر نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ تم میں سے کم سے کم دس، پورے سال میرے درس میں موجود رہا کرو۔ انہوں نے یہ ایثار منظور کیا کہ ہم جماعت کے شاگرد بنیں اور اس طرح اس حلقہ درس کو عوام میں ایک وقار حاصل ہو گیا اور لوگ کھنچے چلے آنے لگے۔ ابو حنیفہ نے اپنے اخلاق اور اپنی دولت سے بھی اچھا کام لیا۔ شاگردوں وغیرہ میں سے غرباء کی امداد اور خوش باش لوگوں کو تحفے تحائف دینے کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھا۔ اس طرح رفتہ رفتہ کوفے کی جامع مسجد میں ان کا حلقہ درس سب سے بڑا حلقہ بن گیا اور ان کی ذہانت کے چرچے پھیل گئے۔ چونکہ وہ خود خوش حال تھے اور علمی انہماک کے سوا دنیاوی جاہ و منصب کی خواہش نہ رکھتے تھے اس لئے سرکاری حلقوں میں بھی ان کی وقعت بڑھتی چلی گئی۔ [۴۱]

شہرت سے ہم عصروں کو حسد پیدا ہوا کرتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے ہم عصر بھی اس سے مستثنا نہ رہ سکے خاص کر شہر کے قاضی اور کوتوال ان سے بہت جلتے تھے۔ کیونکہ بسا اوقات ان کے فیصلوں پر ابو حنیفہؒ تنقید کر کے غلطیاں نمایاں کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بغداد کے قاضی نے شہر کی ایک پیشہ ور طوائف کو آمادہ کیا کہ امام ابو حنیفہ کو کسی بہانے اپنے گھر بلائے۔ رات کو وہ مصیبت زدہ بن کر آئی اور اپنے بستر مرگ پر پڑے ہوئے شوہر کی تلقین کے لئے بلایا۔ دردمند امام گلیوں میں سے گزر کر اس کے گھر پہنچے تو پہلے سے تیار پولس نے ان کو گرفتار کر کے طوائف کے ساتھ رات بھر حوالات میں رکھا کہ ان کا چالان کر کے ان کو غیر ثقہ اور آئندہ گواہی کے لئے نا قابل قرار دیا جائے۔ ابو حنیفہؒ رات بھر حسب عادت نوافل اور عبادت میں مصروف رہے۔ اس کو دیکھ کر تھوڑی ہی دیر میں طوائف سخت پشیمان ہوگئی اور پورا واقعہ بیان کر کے معافی چاہی۔ کسی طرح ابو حنیفہ کی بیوی کو بھی پتہ چلا کر بڑی رات گئے حوالات آئیں تو طوائف بڑی خوشی سے ان سے کپڑے بدل کر وہاں سے رخصت ہوگئی۔ صبح کو ابو حنیفہؒ مع اپنی بیوی کے عدالت میں پیش ہوئے اور عدالت کو ''مجبوراً'' انھیں عزت سے بری کرنا پڑا۔ [۴۲]

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

حمید طوسی (کوتوال) نے ایک اور روایت میں افسر تعارف شاہی (حاجب) ربیع نے ایک دن منصور کے سامنے ابو حنیفہؒ سے یہ خطرناک سوال کیا کہ وقت بوقت ہم کو خلیفہ قتل وغیرہ سزاؤں کے نفاذ پر مامور کرتا ہے اور ہمیں مقدمے کے حالات کا علم نہیں ہوتا کہ سزا منصفانہ ہے کہ ظالمانہ، ایسی صورت میں ہم حکم کی تعمیل کریں یا نہیں؟ ابو حنیفہ نے جراح کی کہ ''تمہاری رائے میں خلیفہ منصفانہ حکم دیتا ہے کہ ظالمانہ؟'' اس نے کہا ''منصفانہ'' ابو حنیفہ نے کہا ''تو منصفانہ حکم کی فوراً تعمیل کرو۔ اس میں ثواب ہے'' اور اس طرح عملی سوال کو علمی بنا کر خودداری کی لاج رکھی۔ ۴۳

مشہور مورخ ابن اسحٰق کی بھی ابو حنیفہؒ سے نہیں بنتی تھی۔ ایک دن وہ اور ابو حنیفہؒ دونوں خلیفہ منصور کے پاس موجود تھے۔ ابن اسحٰق نے موقع دیکھ کر کہا ''امیر المومنین یہ شخص کہتا ہے کہ حضور کے جد امجد حضرت ابن عباسؓ نے اس مسئلہ میں غلطی کی تھی، جب یہ کہا تھا کہ کوئی شخص قسم کھا کہ بعد میں کسی وقت بھی انشاء اللہ کہے تو قسم کی پابندی باقی نہیں رہتی، اور کہتا ہے کہ انشاء اللہ قسم کے ساتھ فوراً کہنا چاہئے''۔ ابو حنیفہ نے جواب دیا ''امیر المومنین، یہ شخص کہتا ہے کہ آپ کی فوج پر آپ کی اطاعت واجب نہیں کیونکہ سپاہی بیعت کا حلف لینے کے بعد گھر میں جا کر انشاء اللہ کہہ دیتے ہیں''۔ خلیفہ ہنس پڑا اور ابو حنیفہؒ عزت کے ساتھ گھر واپس آ گئے۔ ۴۴

امام ابو حنیفہ کو ایک بڑھیا کے سامنے فقہ کے ایک معمولی روزمرہ کے مسئلے کے متعلق جو خفت برداشت کرنی پڑی تھی، معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اثر ان کے دل پر ہمیشہ رہا۔ چنانچہ فقہ میں درک حاصل کرنے، حماد کا جانشین بننے اور بہت سے شاگرد فراہم ہو جانے کے بعد انہوں نے اپنی دیرینہ دلی آرزو پوری کرنے کی کوشش کی اور چاہا کہ مختلف ابواب کے مسائل مرتب کریں۔ چنانچہ انہوں نے اسلام کی بنیاد یعنی نماز سے آغاز کیا اور اس پر ایک رسالے میں بہت سے احکام جمع کئے اور اس کا نام کتاب العروس رکھا۔ ۴۵ اس رسالے کی مقبولیت سے ہمت پا کر انھوں نے چاہا کہ مزید ابواب کے مسائل مرتب کریں کہ یک بیک ایسا واقعہ پیش آیا جو ہر راسخ العقیدہ مسلمان کو بے چین کر دینے کے لئے کافی ہے۔ چناچہ ابو حنیفہؒ نے خواب میں دیکھا کہ پیغمبر اسلام کی قبر کھود کر اندر کی ہڈیاں چوطرف پھینک رہے ہیں۔ تعبیر خواب کے فن کے بعض ماہرین ۴۶ نے بتایا کہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ایسا خواب دیکھنے والا پیغمبر اسلام کے علوم کو زندہ کر کے چار دانگ عالم میں پھیلائے گا۔ اس پر ابو حنیفہؒ بہت خوش ہوئے اور گوشہ نشینی چھوڑ کر دوبارہ فقہ کا درس دینے اور تدوین فقہ کا کام جاری رکھنے پر آمادہ ہوئے۔ ۴۷

اس کا پتہ چلتا ہے کہ ہر انقلاب حکومت کے وقت نئے حکمران ملک کی اقلیتوں کو ہم نوا بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مورخ طبری کے بیان کے مطابق حضرت ابو بکرؓ نے سپہ سالار خالد بن ولیدؓ کو عراق میں اسی کا حکم دیا تھا۔ ۴۸ ۱۳۲ھ میں بنی امیہ کا خاتمہ ہوا تو کوئی تعجب نہیں کہ عباسیوں نے بھی ایسا ہی کیا ہو۔ بہر حال اس کا پتہ چلتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے زمانے میں ذمیوں یعنی یہودیوں، نصرانیوں، پارسیوں وغیرہ کے تعلقات مسلمانوں سے اچھے تھے اور بعض ذمی غریب مسلمانوں کی مالی امداد وغیرہ کرتے تھے تاکہ رسوخ حاصل کریں اور بعض مسلمان ایسی امداد کے قبول کرنے کو ہتک اور تقویٰ کے خلاف سمجھتے تھے۔ ۴۹

ایسے دوستانہ تعلقات کے زمانے میں یہ ناگزیر نہیں تو ناممکن بھی نہیں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں وغیرہ میں دوستانہ بحثیں بھی ہوا کرتی ہوں۔ اور کیا تعجب ہے کہ مسلمانوں کو طعنہ دیا گیا ہو کہ تمہارا قانون مدون ہی نہیں ہے اور ہمارا قانون باقاعدہ مرتب شدہ موجود ہے۔ ممکن ہے ایسے ہی کسی طنز پر امام ابو حنیفہؒ نے پورا اسلامی قانون مرتب کرنے کی کوشش شروع کی ہو، ضرورت بہت دن سے تھی، باعث کا پتہ نہیں چلتا۔ ان کے ہمعصر ابن المقفع نے اپنے نظم و نسقی تجربے کے باعث ایک درد بھرے رسالے ۵۰ میں حکومت کو توجہ دلائی ہے کہ قضاۃ ساختہ قانون نظائر، نیز فتاویٰ میں تضاد اور اختلاف رائے کی اتنی کثرت ہوگئی ہے کہ صحیح اسلامی حکم کا کسی مسئلے میں بھی پتہ چلنا ناممکن ہوگیا ہے، اور ضرورت ہے کہ مختلف اقوال کو کھنگال کر کسی کو ترجیح دی جائے اور خلیفہ کے حکم سے واجب التعمیل قرار دیا جایا کرے۔ بہر حال کیوں قانون اسلامی کو مدون کیا؟ اس کا جواب سوائے قیاس آرائی کے نہیں دیا جا سکتا۔ کیا کام کیا؟ اس سے سب لوگ واقف ہیں کس طرح وہ کام انجام دیا اس پر کچھ مواد یہاں فراہم کیا گیا ہے۔

ابھی ہم نے دیکھا کہ حماد کی وفات پر ابو حنیفہؒ کوفہ میں فقہ کا درس دینے لگے تھے ان کا

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

طریقہ تعلیم چند ایک منتشر بیانات سے معلوم ہوسکتا ہے۔ اعمشؒ ایک مشہور فقیہ گزرے ہیں ان سے اگر کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو وہ کہتے جاؤ اس حلقہ میں بیٹھو یعنی ابو حنیفہؒ کے پاس، کیونکہ اگر کوئی مسئلہ پیش آتا ہے وہ اس پر باہم بحث کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ خوب روشن ہو جاتا ہے۔ ۵۱

ابن عیینہ مشہور محدث تھے۔ ایک دن وہ گزرے تو دیکھا کہ ابو حنیفہؒ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسجد میں ہیں اور خوب غُل مچی ہوئی ہے۔ انھوں نے کہا ''ابو حنیفہؒ یہ مسجد ہے یہاں آواز نہ اٹھنی چاہئے۔'' ابو حنیفہ نے کہا انھیں چھوڑو بھی اس کے بغیر وہ سمجھتے نہیں۔ ۵۲

ایک دن یہ سوال تھا کہ بلوغ کس عمر میں سمجھا جائے۔ اس دن تیس شاگرد موجود تھے۔ ابو حنیفہ نے سب سے پوچھا کہ وہ کب بالغ ہوئے؟ اکثر نے اٹھارواں سال بتایا اور چند نے انیس۔ اس پر انہوں نے مرد کا بلوغ اکثریت کے تجربے پر اٹھارہ سال مقرر کیا۔ ۵۳

ایک دن کسی نے فقہ کا درس اور قیاس آرائی دیکھی تو فقرہ کس دیا کہ ''قیاس سب سے پہلے ابلیس نے کیا تھا'' (مراد یہ تھی کہ خدا نے جب حضرت آدمؑ کو سجدے کا حکم دیا تو آتشی مخلوق کو خاکی مخلوق سے افضل قیاس کر کے ابلیس نے خدا کے حکم کو ماننے سے انکار کیا تھا) ابو حنیفہؒ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا بھلے مانس تم نے بے محل بات کہی ہے۔ ابلیس نے خدا کے حکم کو ٹھکرایا تھا اور ہم ایک مسئلے کو دوسرے پر صرف اس لئے قیاس کرتے ہیں کہ اسے قرآن یا سنت یا اجماع امت کے اصول کے تابع کریں اور اسی کی کوشش کرتے ہیں اور (خدا کے حکم کی) پیروی چاہتے ہیں پھر یہ اور وہ دونوں ایک کیسے ہو سکتے ہیں۔ ۵۴

ایک دن کسی نے ان کے اجتہاد کرنے پر اعتراض کیا تو کہا ''میں قرآن ہی کو لیتا ہوں اگر اس میں حکم ملے، اور اگر اس میں نہ ملے تو رسول کی سنت پر عمل کرتا ہوں اور اگر ثقہ لوگوں کے ذریعہ سے جو صحیح حدیث نبوی ملے اس کو لیتا ہوں۔ اگر قرآن میں حکم ملے اور نہ سنت نبوی میں تو آپ کے صحابہ کے اقوال پر نظر ڈالتا ہوں، اور اگر ان میں باہم اختلاف ہو تو خود کسی ایک کو ترجیح دیتا ہوں۔ لیکن اگر صحابہ اور غیر صحابہ میں اختلاف ہو تو صحابہ کے اقوال کو ہرگز نہیں چھوڑتا۔ ہاں جب رائے ابراہیمؒ اور شعبیؒ اور حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ اور سعید بن المسیب وغیرہ وغیرہ کی ہو تو جس

www.urduchannel.in

طرح ان کو اجتہاد کا حق ہے مجھے بھی ہونا چاہئے۔" ۵۵

محمد ابن ابی مطیع کہتے ہیں کہ میرے باپ نے کوئی چار ہزار مشکل سوالات مرتب کئے جو ہر باب سے متعلق تھے یا واقعات پیش آ چکے تھے وہ اپنا سوال بند لا کر ابو حنیفہؒ سے جوابات پوچھا کرتے تھے ابو حنیفہؒ نے کہا "ابو مطیع کیا ایسے بہت سے سوالات ہیں؟" کہا تقریباً چار ہزار۔ ابو حنیفہؒ نے کہا "میری مشغولیت کے وقت یہ چیزیں نہ پوچھو۔ دریافت اس وقت کرو جب میں فارغ رہوں۔ چنانچہ وہ ابو حنیفہؒ کی فراغت کے انتظار میں رہا کرتے تھے اور رفتہ رفتہ تمام سوالات ختم کر دیئے"۔ ۵۶

ابو حنیفہؒ کا قول ہم نے ابھی سنا کہ وہ فقہی سوالات کے حل کرنے میں قرآن کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ ان کا قرآنی مطالعہ ظاہر ہے کہ بہت وسیع ہونا چاہئے۔ وہ حافظ تو تھے ہی۔ شروع شروع میں روزانہ پورے قرآن کو ختم کرلیا کرتے تھے لیکن بعد میں جب اصول کے استخراج اور مسائل کے استنباط میں مشغول ہوگئے تو بھی تین دن میں ایک قرآن ختم ضرور کر لیتے تھے۔ ۵۷

حقیقت میں ان کو قرآن سے عشق معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب کبھی کسی نہایت دقیق مسئلے پر غور کرنا ہوتا تو وہ تخلیئے میں اپنے تین مخصوص شاگردوں کو لیتے جن میں سے ایک خوش الحانی سے کچھ آیات کی تلاوت کرتا پھر ابو حنیفہؒ ان سے اس مسئلے میں باہم بحث کرتے۔ ۵۸

ابو بحر معتصمی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ تین سال تک ابو حنیفہؒ کے پڑوس میں رہا۔ میں رات بھر ان کو نماز میں قرآن پڑھتے سنتا اور دن بھر اپنے شاگردوں سے فقہی مسائل کی بحث کے شوروغل میں پاتا۔ میں نہیں جانتا وہ کھاتے کب اور سوتے کب تھے۔ ۵۹

کوفہ کی مسجد میں وقف کی چار سو دواتیں طلباء کے لئے ہمیشہ رہتی تھیں ۶۰ اور یقیناً ابو حنیفہؒ کے سینکڑوں ہی شاگرد ہوئے ہوں گے۔ امام سیف الائمہ سائلی کا بیان ہے کہ ابو حنیفہؒ کے ایک ہزار شاگرد تھے جن میں چالیس خاص فضیلت اور جلالت رکھتے تھے بلکہ اجتہاد کے درجے تک پہنچ چکے تھے۔ ابو حنیفہؒ ان کو خاص طور سے عزیز رکھتے اور ان کو تقرب حاصل تھا۔ ایک دن انہوں نے ان چالیس شاگردوں سے کہا کہ تم میرے سب سے جلیل القدر ساتھی اور میرے دل کے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

رازداں اور میرے غم گسار ہو۔ میں فقہ کی اس سواری کو زین اور لگام لگا کر تمہارے سپرد کر چکا ہوں۔ اب تمہیں چاہئے کہ میری مدد کرو، کیونکہ لوگوں نے مجھے دوزخ کا پل بنادیا ہے کہ سہولت تو دوسروں کو ہوتی ہے اور بوجھ میری پیٹھ پر رہتا ہے۔ ۶۱

ان چالیس طلباء میں سے ایسے علوم وفنون کے بھی ماہر تھے جن سے فقہ میں مدد ملتی۔ مثلاً تفسیر، حدیث و سیرت، بلاغت و بیان، صرف ونحو، لغت و ادب، منطق، ریاضی و حساب وغیرہ وغیرہ۔ خود ابوحنیفہؒ عملی معاشیات اور تجارتی کاروبار کا وسیع تجربہ رکھتے اور علم کلام وغیرہ سے بھی ابتدائے کے تعلیم میں خوب واقفیت پیدا کر چکے تھے۔ ۶۲

ایک حدیث میں ہے کہ ''خدا علم کو یک بیک اٹھا نہیں لیتا ہے بلکہ علماء کی موت کے ذریعہ سے اس کو چھین لیتا ہے اور جاہل لوگ سردار بن جاتے ہیں جو نا سمجھی سے احکام دیتے ہیں۔'' کہتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ اس حدیث سے بہت متاثر تھے۔ انہوں نے اپنے زمانے میں دیکھا کہ علماء تو ہیں لیکن علم منتشر ہے اور خوف تھا کہ نا خلف نسلیں آئندہ اسے ضائع نہ کر دیں اسی لئے انہوں فقہ کے مسائل کو باب دار مرتب کرنے کا کام شروع کردیا۔

اس مجلس تدوین فقہ میں ہم کو بڑے بڑے نام ملتے ہیں۔ ۶۳ امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ کے نام سے بچہ بچہ واقف ہے۔ عبداللہ بن مبارکؒ ۶۴ اور فضیل بن عیاض اور داؤد بن نصیرؒ جیسے عابد وزاہد بھی اس میں شریک تھے۔ وکیعؒ جیسے ماہر تفسیر بھی تھے۔ حسن بن زیادؒ جیسے فقیہ اور حفصؒ جیسے ماہر حدیث بھی تھے۔ ان کے علاوہ خارجہ بن مصعبؒ سے ابوحنیفہؒ اکثر مشورہ کرتے ۶۵ اور عافیہ نامی شاگرد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ فقہی غور وخوص میں شریک رہا کرتے تھے اور اگر کسی دن وہ نہ ہوتے تو ابوحنیفہؒ کہتے کہ ابھی بحث کو مکمل نہ سمجھو چنانچہ عافیہؒ آ کر بحث کے نتیجے سے اتفاق کر لیتے تو بحث کو مکمل سمجھا جاتا۔ ۶۶ انھیں میں یحییٰ بن زکریا، حبان، مندل، قاسم بن معن بن عبدالعزیز بن حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ کے نام بھی ملتے ہیں۔ ۶۷

ابوحنیفہؒ کا طریقہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک مسئلہ پیش کرتے اور ہر ایک کی معلومات اس کے حل کے لئے دریافت کرتے اور اپنی رائے بھی پیش کرتے اور مہینہ بھر بلکہ اس سے بھی

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

زیادہ مناظرہ جاری رہتا اور جب کسی رائے کے دلائل پوری طرح واضح ہو جاتے تو پھر ابو یوسف اس کو لکھ لیتے۔ ۶۸؎ اس کا ایک اچھا ثبوت شاید امام محمد شیبانی کی کتاب الاصل کے باب کتاب السیر میں مل سکتا ہے، یہ پورا باب عملاً سوال و جواب پر مشتمل ہے، خود امام محمد کا اپنا حصہ اس میں بہت کم ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانے میں سِیَر یعنی قانون بین الممالک کو مدون کرنے میں امام ابو حنیفہ کی اکاڈمی مشغول تھی تو ایک رپورٹ پیش ہوئی۔ یہ باب اسی رپورٹ کی اساس پر مدون ہوا۔ چنانچہ نظر آتا ہے کہ سوال کا جواب ابو حنیفہؒ املا کراتے ہیں اور امام ابو یوسف اسے قلم بند کرتے جاتے ہیں۔ اس سوال جواب کو آئندہ پھیلا کر کتابی صورت میں مرتب کرنے کی ضرورت تھی۔ اس ابتدائی خاکے کو کتاب الاصل کا باب بناتے ہوئے اس کو سِیَر صغیر کا نام دیا گیا ہے پھر بعد میں خود امام شیبانی نے اسے پھیلا کر کتابی صورت دی تو اسے سِیَر کبیر سے موسوم کیا۔ جو چیز ہویدا ہے اور مشاہدہ ہوتی ہے وہ چیز مورخوں نے بھی بیان کی ہے۔ دیگر آئمہ کے خلاف امام ابو حنیفہؒ نے انفرادی کوشش اور تنہا استبدادی رائے کی جگہ اپنے مذہب کو مشورے پر منحصر کر دیا تھا۔ ۶۹؎ ایک مرتبہ کسی نے ان سے ایک خاص مسئلے کے متعلق پوچھا کہ صحابہ کرامؓ تک اس کے متعلق ایک رائے پر متفق نہیں ہو سکے تھے آپ کیسے قطعی رائے ظاہر کرتے ہیں؟ ابو حنیفہؒ نے کہا کیا یہ خیال کرتے ہو کہ میں نے یوں ہی رائے قائم کر لی ہے؟ میں نے خاص اس مسئلہ پر پورے بیس سال فکر و غور کیا، اس کے مماثل چیزیں ڈھونڈیں اور ہر صحابی کے قول کی اصول مسلمہ پر جانچ کی۔ ۷۰؎

ایک دفعہ انھوں نے قیاس کا اصول یوں بیان کیا تھا کہ قیاس ہر ایک چیز میں نہیں چلتا، قیاس صرف ان چیزوں میں چلتا ہے جن کا رائے سے ادراک ہو سکتا ہو۔ قیاس کسی طرح ارکان دین کے ثابت کرنے اور اسباب و علل میں نہیں چلتا بلکہ صرف احکام کے ثبوت کے لئے چلتا ہے۔ ۷۱؎

اس طرح باب بباب تدوین ہوتی گئی اور انہوں نے سب سے پہلے وضو اور طہارت کا باب رکھا کیونکہ ایمان کے بعد اسی کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ ۷۲؎

اس باب وار تدوین اور کتاب وار ترتیب میں طہارت کے بعد نماز پھر یکے بعد دیگرے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

عبادات کا ذکر کیا۔ عبادات کے بعد معاملات کے ابواب رکھے اور سب سے آخر میں ترکہ ومیراث کا ذکر کیا طہارت ونماز کا ذکر مقدم اس لئے کیا کہ وہ سب سے اہم اور سب سے عام عبادت ہے اور معاملات کو عبادت کے بعد رکھا کیونکہ اصل میں کسی شخص پر معاملات کی کوئی پابندی نہیں ہوتی اور ہر شخص بری الذمہ ہوتا ہے (جب تک کہ اس کا خصوصی ثبوت نہ ملے) اور وصیت اور میراث کو سب سے آخر میں رکھا کیونکہ وہ انسانی احوال میں سب سے آخری چیز ہیں۔ ۴۳ے

اس ساری کاوش کی مقدار روز افزوں ہی ہوتی گئی۔ ایک زمانے کے متعلق خوارزمی ۴۴ے نے بیان کیا ہے کہ ابو حنیفہؒ نے تیراسی ۸۳ ہزار مسائل وضع کئے جن میں سے اڑتیس ہزار کا تعلق عبادات سے تھا اور باقی کا معاملات سے ایک اور زمانے سے متعلق جو شاید آخری عمر کا ہوگا، موفق ۴۵ے نے لکھا ہے کہ ان کے وضع کردہ مسئلے پانچ لاکھ تک پہنچ گئے تھے جن میں صرف ونحو اور حساب کی ایسی دقیق باتوں کو بھی دخل تھا کہ ان کے استخراج سے عربی زبان کے اور علم جبر ومقابلہ کے ماہروں کے چھکے چھوٹ جائیں۔ طبقات الفقهاء العثمانی (مخطوطہ پاریس) میں امام اوزاعی کے متعلق جنھوں نے کام انفرادی طور پر کیا تھا، ''چالیس پچاس ہزار مسائل کے استنباط'' کرنے کا ذکر ہے۔ ابن فضل اللہ العمری نے اپنی مسالک الابصار (مخطوطہ استنبول) میں بھی یہی بیان کیا ہے۔ ابو حنیفہؒ نے ایک کمیٹی بنائی تھی، اور ایک کمیٹی کے کام کو شاید فردی کام سے زیادہ ہی ہونا چاہیے۔ کہتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ پہلے شخص ہیں جنھوں نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط وضع کیں۔ ان سے پہلے اس پر مستقل بحث کسی نے نہ کی تھی۔ ۴۶ے

قانون بین الممالک کو بھی انہوں نے ایک مستقل چیز قرار دیا اور کتاب السیر مرتب کی جس میں قوانین جنگ وامن سے بحث کی اور اس کو تاریخ سے الگ کر کے فقہی چیز قرار دیا۔ اس کتاب السیر یعنی قانون بین الممالک کی تدوین کی وجہ بھی دلچسپ ہے اور اس کا پتہ چلانے کا سہرا استاذ محترم مولانا سید مناظر احسن گیلانی مرحوم کے سر ہے: بنی امیہ کے دور کے اواخر میں حکومت کا ظلم واستبداد حد سے بڑھ گیا تھا۔ اس پر یہ سوال عوام میں پیدا ہوا کہ بے اصولی اور ظلم پر آیا صبر کیا جائے یا صلح کی ساری پر امن تدبیروں کے ناکام ہوجانے کے بعد مسلح بغاوت بھی کی جائے؟ دیگر

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ہمعصر آئمہ (مالک، اوزاعی وغیرہ) تو یہ خیال کرتے رہے کہ بغاوت میں مسلمانوں کا ہی خون بہے گا، لیکن امام ابوحنیفہؒ (نیز امام زید بن علی) نے استنباط کیا کہ "من رائی منکم منکراً فلیغیرۃ بیدہ...... الخ"، یعنی کوئی مسلمہ طور پر بری بات نظر آئے تو اسے بزور بازو بدل کر درست کرنا چاہئے وغیرہ (امام ابن حجر نے توالی التانسس نامی امام شافعی کی سانح العمری میں لکھا ہے سب سے پہلے امام ابوحنیفہ نے ایک کتاب سیر (قانون بین الممالک) پر لکھی (جس میں مذکورہ نظریہ بھی تھا) اس کی تردید امام اوزاعی نے لکھی۔ امام ابوحنیفہؒ نے خود جواب الجواب لکھنے کی جگہ بہتر یہ سمجھا کہ ان کے شاگرد امام ابو یوسف یہ کام انجام دیں، بعد ازاں امام شافعی کا زمانہ آیا تو انہوں نے ساری بحث پر تبصرہ کیا اور ابوحنیفہؒ، اوزاعی اور ابو یوسف کے بیانات کو یکے بعد دیگرے نقل کر کے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ امام شافعی کا یہ تفصیلی تبصرہ کا رسالہ ان کی کتاب الام میں موجود ہے (اور واقعی ایسا ہی ہے: کتاب الام میں متعلقہ باب یعنی کتاب السیئر میں جو حصہ سیئر الاوزاعی کے عنوان سے ہے وہ اس قیمتی بحث پر حاوی ہے۔ میں گمان کرتا ہوں کہ مولانا ابوالوفاء الافغانی مرحوم نے الرد علی السئر الاوزاعی کے نام سے امام ابو یوسف کی جو کتاب شائع کی ہے وہ کوئی مستقل مخطوطہ کا ایڈیشن نہیں ہے بلکہ کتاب الام کا حوالہ دیئے بغیر کتاب الام کا متعلقہ باب کچھ حواشی لگا کر چھاپ دیا ہے، کتاب الام وہیں ایک سیر الواقدی بھی ہے۔ امام مالک نے بھی ایک کتاب السیئر لکھی مگر وہ اب ناپید ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے لیکچروں کو نوٹ کر کے سیر الصغیر کے نام سے امام محمد شیبانی نے اپنی کتاب الاصل میں شامل کیا پھر اس کو بعد میں مزید پھیلا کر سیر الکبیر کے نام سے مرتب کیا جو اتنی ضخیم ہوگئی کہ اس کا ایک نسخہ خلیفہ ہارون الرشید کو پیش کرنا چاہا تو اسے ایک گاڑی میں ڈال کر لے گئے۔ امام ابوحنیفہؒ کے دو اور شاگرد زُفر بن ہذیل اور ابراہیم الغزاری نے بھی کتاب السیر کے نام سے تالیفیں کیں (خزاری کا مخطوطہ محفوظ ہے) اس طرح ابوحنیفہؒ کی وجہ سے ایک نیا علم ہی دنیا میں وجود میں آیا۔ اس میں شک نہیں کہ امام زید بن علی (م۱۲۲ء) کی کتاب المجموع میں بھی سیئر پر ایک باب ہے لیکن مستقل کتاب نہیں۔ ممکن ہے اصطلاح "سیئر" ابوحنیفہؒ نے انہی سے لی ہو۔ ۷۷

www.urduchannel.in

ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مجلس چہار گانہ کے علاوہ ایک مختصر تر دس آدمیوں کی کمیٹی بھی تھی۔ محمد بن وہب جو پہلے اہل حدیث سے تھے بعد میں ابو حنیفہ کے معتقد ہو گئے وہ اس کمیٹی کے رکن تھے اور ان "دس آدمیوں ہی نے فقہی ابواب مدون کئے تھے۔" ۷۸ے

صمیری نے ایک خاص الخاص مجلس چہار گانہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ "ابو حنیفہؒ کے حلقے میں ہمیشہ رہنے والے دس تھے لیکن جس طرح لوگ قرآن کے حافظ ہوتے ہیں اس طرح ان میں فقہ کے حافظ چار ہی تھے۔ زفر بن ہذیل، یعقوب بن ابراہیم، اسد بن عمرو، اور علی بن مسعر۔ ۷۹ے

عبداللہ بن مبارک خراسانی تھے مستقل طور سے کوفہ میں نہیں رہ سکتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں ابو حنیفہؒ کی ایک ہی کتاب کو کئی کئی بار تحریر کرتا تھا کیونکہ اس میں اضافے ہوتے رہتے تھے جن کو میں لکھ لیا کرتا تھا ان کی زفر سے بڑی دوستی تھی اور کوفہ آ کر انہی سے ابو حنیفہؒ کی کتابیں مستعار لیتے اور نقل کر لیتے تھے۔ ۸۰ے

ابو حنیفہؒ کی فقہی کتابوں کا مطلب اصل میں ان لیکچروں کی یادداشتیں ہیں جو مختلف ابواب فقہ پر ہوتے تھے اور جو ان کے شاگرد مرتب کرتے رہتے تھے۔ محمد شیبانی کے متعلق جو بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ستائیس ہزار مسائل قیاسی طور سے مدون کئے تھے۔ ۸۱ے اس میں بہت کچھ ان کے استاد کے لیکچروں سے بھی ماخوذ ہوگا۔ امام مالکؒ کا بیان ہے کہ ابو حنیفہؒ نے ساٹھ ہزار مسائل میں رائے ظاہر کی تھی۔ ۸۲ے بعض لوگوں نے اس تعداد کو پانچ لاکھ تک پہنچا دیا ہے۔ ۸۳ے

چونکہ سیرت النبی خاص کر غزوات کے ذکر سے متعلق ابو حنیفہ کے زمانے میں اتنی احتیاط اور چھان بین نہیں کی جاتی تھی جتنی عام حدیث کے متعلق، اس لئے وہ اہل سیرت کے متعلق بدگمان سے رہتے تھے اور اپنے شاگردوں کو بھی منع کرتے تھے کہ ابن اسحٰق جیسے ماہر فن سے تک نہ ملیں۔ لیکن جب ان کے بعض شاگردوں نے عذر کیا کہ سیرت دانی کے بغیر مقدم و موخر اور ناسخ و منسوخ سوانح نبوی معلوم نہیں ہو سکتے۔ اور سیرت کے مبادی نامعلوم ہونے سے بڑے سے بڑا فقیہ بھی مضحکہ خیز غلطیاں کر جاتا ہے تو حق پسند ابو حنیفہؒ چپ ہو گئے ۸۴ے اور ابو حنیفہؒ کے دونوں سب سے بڑے شاگرد ابو یوسف اور محمد شیبانی تو واقدی جیسے مقابلۃً افسانہ نویس سے تاریخ و سیرت

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

میں مدد لینے میں ہرج نہیں سمجھتے تھے۔ ۸۵

امام شافعیؒ جیسے ماہر فن نے کیا خوب کہا ہے کہ لوگ پانچ آدمیوں کے محتاج ہیں۔ جو مغازی نبوی میں تبحر چاہتا ہے، وہ ابن اسحٰق کا محتاج ہے، جو فقہ میں تبحر چاہتا ہے وہ ابوحنیفہ کا محتاج ہے (ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ "جو قیاس واستحسان میں تبحر چاہتا ہے") ۸۶ جو شاعری میں تبحر چاہتا ہے وہ زہیر کا محتاج ہے، جو تفسیر میں تبحر چاہتا ہے وہ مقاتل بن سلیمان کا محتاج ہے، اور جو صرف ونحو میں تبحر چاہتا ہے وہ کسائی کا محتاج ہے۔ ۸۷

طبری نے لکھا ہے کہ "ابوحنیفہ وہ پہلے شخص ہیں جو اینٹوں کو ایک ایک کر کے گننے کی جگہ ان کو پشتاروں میں جماتے تھے اور گز سے ناپتے تھے"۔ موفق ۸۸ سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابوحنیفہ زمین کے گول ہونے کے بھی قائل تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ دربار خلافت میں کسی معتزلی نے ایک دن ان سے پوچھا کہ زمین کا مرکز کہاں ہے؟ ابوحنیفہ نے جواب دیا کہ "جس جگہ تو بیٹھا ہے"۔ اس پر وہ چپ ہوگیا۔ ظاہر ہے کہ یہ جواب اسی وقت قائل کرسکتا ہے جب زمین کردی شکل کی تسلیم کرلی جائے۔ محمد بن یوسف الدمشقی ۸۹ کے بیان کے مطابق خوارج، اباضیہ، صفریہ اور حشویہ، لوگوں سے بصرے میں ابوحنیفہ کے بیس سال سے زیادہ عرصے تک مباحثے رہے۔ (دیکھو موفق باب ۱۴ بھی)۔

حنفی مذہب کے پیرو اگر اپنے امام کو "امام اعظم" کہیں تو اسے اپنے امام سے عقیدت (یعنی جانبداری) کے باعث سمجھا جائے گا اور بس، اس لقب کی وجہ سے یہ بھی نہیں ہے کہ آج ترک اور مغل سلاطین کی وجہ سے حنفی مذہب والے مسلمان دنیا میں سب سے زیادہ تعداد رکھتے ہیں۔

اگر اس حنفی شافعی یا سنی شیعہ نفسیات کو برطرف رکھ کر خالص اسلامی بلکہ انسانی تاریخ کے نقطہ نظر سے غور کیا جائے تو بھی شافعی المذہب کی رائے میں بھی امام ابوحنیفہ واقعی امام اعظم کہلانے کے مستحق ہیں اور ان پر سارے مسلمان بلکہ سارے انسان فخر کرسکتے ہیں۔ حدیث کی ایک پیشین گوئی کا بھی امام ابوحنیفہ پر اطلاق سمجھا جاتا ہے کہ ایرانیوں میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ اگر علم ثریا ستاروں میں بھی ہوں تو وہ اس کو پالیں گے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

امام جعفر صادق، امام مالک، امام شافعی چاہے کتنے بھی ذہین اور فاضل کیوں نہ ہوں، ہمہ دان نہیں ہو سکتے۔ امام ابوحنیفہ بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہیں، لیکن قانون ہمہ گیر ہوتا ہے۔ اس میں مردانہ مسئلے بھی ہوتے ہیں زنانہ بھی، عبادت سے بحث ہوتی ہے تجارت سے بھی، زراعت و صنعت کے احکام بھی دینے ہوتے ہیں دستور مملکت اور جنگ وامن کے تعلقات خارجہ کے بھی۔

ایسی ہمہ گیر ضرورتوں کے لئے اپنی انفرادی قابلیت کی جگہ ایک بڑی مجلس سے مدد لینا، استبداد کی جگہ مشورت پر بنا رکھنا، قانون سازی کو سرکاری کام کی جگہ مصالح وقت سے آزاد اور سیاست سے باہر، عالم اور خداترس علماء کی نجی چیز بنا دینا، یہ ہے اصل۔ خدا کی ہزاروں رحمتیں ہوں اس امام پر جو خود تو اپنے کو احقر سمجھتا تھا لیکن جو امام اعظم کہلانے کا واقعی مستحق رہا ہے۔

قانون روما کے اثرات:

اس سرسری تذکرے کے آخر میں ایک سوال کا جواب بے محل نہ ہوگا کہ کس حد تک اسلامی فقہ کی تدوین میں بیرونی اثرات ہیں؟

ایک طرف ہمارے یورپی مولف ہیں، ان کے نزدیک دنیا کوئی اچھی چیز کسی مشرقی سے ممکن ہی نہیں۔ ان کا بیان ہے بلکہ ادعا ہے کہ اسلامی فقہ صرف قانون روما کی معرب شکل کا نام ہے اور وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ان کا جی چاہتا ہے کہ ایسا ہی ہو۔ مجھے پتہ نہیں کہ بیرون ہند مسلمان ماہرین قانون نے حالیہ زمانے میں اس پر کچھ تحقیق کی ہو۔ ہند کی حد تک امیر علی اور عبدالرحیم نے باوجود اپنی اعلیٰ قابلیتوں کے اس بارے میں کوئی محنت اور کوشش نہ کی اور قانون اسلام پر اپنی تالیفوں میں ''ممکن ہے کہ'' اور ''شاید کہ'' وغیرہ الفاظ کے ساتھ چند سطروں میں یوروپی مولفوں کے خیالات ہی کو ذرا نرم پیرائے میں دہرادیا ہے۔

ایک طرف یہ اور دوسری طرف ہمارے بعض قدامت پرست مولفوں کو قانون روما کے نام سے اتنی چڑ ہوگئی کہ اس سے واقفیت بھی پیدا کئے بغیر اس کے وجوہ سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اردو کے ایک مشہور مولف سے جن کا نام لینے کی ضرورت نہیں یہ لکھنے کی توقع نہ تھی کہ قانون روما صرف

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ایک یک سطری بارہ اصولوں کا نام ہے۔ مجلس دہگانہ کا مرتب کردہ بارہ الواح کا ابتدائی رومی قانون تک بارہ جملوں سے کہیں زیادہ پر مشتمل ہے۔ بعد کے زمانے میں گایوس اور جسٹی نین کے تدوین کردہ مجموعہ ہائے قانون بھی کافی ضخیم ہیں۔ اگر فقہ پر قانون روما کا اثر پڑا تو فقہ کی قیمت گھٹ نہیں جاتی اور اگر اثر نہیں پڑا تو اس کی موجودہ قیمت میں کوئی اضافہ نہیں ہوجاتا۔ بیرونی اثرات کو نہ تو ہوا بنا دینا چاہئے نہ ڈھکوسلا، بلکہ واقعات کو دیکھنا چاہئے کہ اصل میں کس طور سے پیش آئے تھے۔ میں اوپر اشارۃً بیان کر چکا ہوں کہ فقہ کی توسیع اور ارتقا میں بیسیوں بیرونی ماخذوں سے مدد لی گئی ہے۔ قرآن و حدیث نے جن چیزوں کو حرام کر دیا ہے اُسے کسی بیرونی اثر نے جائز نہیں بنایا اور جو چیزیں واجب قرار دی گئیں تھیں بیرونی اثرات کبھی ان کو مسلمانوں کے نزدیک ناجائز نہیں قرار دے سکتے۔ صرف جن چیزوں سے قرآن و حدیث ساکت تھے ان کے متعلق معقول رواجات جو قرآن و حدیث کے الفاظ اور روح کے خلاف نہ تھے قبول کئے گئے یا جاری رہنے دیئے گئے۔ خود قرآن نے حضرت موسیٰ و عیسیٰ وغیرہ ایک درجن سے زائد پیغمبروں کا نام لے کر آخر میں حکم دیا کہ **فبھداھم اقتدہ** (ان کی ہدایت پر چلو) اسی طرح جب پیغمبر اسلام کے متعلق **لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ** کے الفاظ استعمال کئے تو بعینہٖ یہی الفاظ حضرت ابراہیم کے متعلق بھی قرآن نے استعمال کئے۔ توریت و انجیل وغیرہ کی قانونی حیثیت قرآن نے تسلیم کی تو ان کے متعلق پیغمبر اسلام کا یہ طرز عمل **بخاری، ترمذی** وغیرہ میں مروی ہے کہ اگر کسی بات کے متعلق آپ کو راست وحی نہ آتی تو آپ اہل کتاب کے رواج پر عمل کرنا پسند کرتے۔ **مسند احمد بن حنبل** ۹۰ میں ایک دلچسپ حدیث غیر اہل کتاب کے متعلق اس مفہوم میں مروی ہے کہ اسلام میں زمانہ جاہلیت کی اچھی باتوں پر عمل کیا جائے گا۔ حج جیسے رکنِ اسلام کے بارے میں کون نہیں جانتا کہ وہ بجنسہٖ زمانہ جاہلیت کا ادارہ ہے جس کی اسلام میں مشرکانہ نامناسب رسمیں حذف کر دی گئیں اور یہ کہنا دشوار ہے کہ زمانہ جاہلیت کی جن چیزوں کو اسلام نے برقرار رکھا وہ سب کی سب انبیائے سلف اور خاص کر حضرت ابراہیم کی سنت تھیں۔ خون بہا کے سو اونٹوں کے متعلق سب جانتے ہیں کہ عبدالمطلب نے ایک کاہنہ کی تجویز پر قبول اور رائج ئے تھے۔ غرض اس میں کوئی امر مانع نہیں کہ خود مشرک عربوں

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کے اپنے رواجات میں بھی کچھ معقول چیزیں تھیں جن کو اسلام نے جاری رہنے دیا ہو۔ عہد نبوی کے بعد مسلمان مختلف ممالک میں پھیلے تو ان کو ناگزیر نئی نئی ضرورتوں اور نئے نئے رواجات سے سابقہ پڑا اور فقہا نے یقیناً ان میں سے چند کو جو معقول تھے اور قرآن و حدیث کے غیر معارض، جاری رہنے کیا دیا کہ قبول کر کے فقہ کا جز بنا دیا۔ ان حالات میں اگر غریب قانون روما کا بھی کچھ اثر پڑا تو کونسی نئی بات ہوگی؟ میں تو کہتا ہوں کہ شام و مصر کے ابتدائی فقہاء نے رومی رواجات قبول کئے ہونگے، تو عراق اور ایران کے فقہاء نے ایرانی روایات، اسپینی فقہاء نے اندلسی اور گاتھک رواجات اور ہندی فقہاء نے دھرم شاستر سے متاثر رواجات۔ یقیناً یہ تمام رواجات صرف ان چیزوں کے متعلق قبول کئے گئے جن کے متعلق قرآن و حدیث خاموش تھے۔ اور جن کے خلاف کوئی صریح حکم نہیں تھا۔ فقہاء نے یہ رواجات معقول اور قیاساً درست سمجھے اور قرآن و حدیث کے مطابق ہونے کے باعث قبول کئے۔ جب ہم یہ سب ماخذ تسلیم کرنے پر آمادہ ہیں تو خود ہی یہ سوال حل ہو جاتا ہے کہ قانون روما کا حصہ کتنا تھا۔

لیکن اسی قدر نہیں بعض اور چیزیں وضاحت چاہتی ہیں۔ اسلامی قانون کو مکے اور مدینے کے رواجات سے سب سے پہلے سابقہ پڑا، خاص کر مدینے میں یہودی کثرت سے رہتے تھے، مکے کے لوگ تجارت کے لئے جہاں شام، مصر اور حبشہ جاتے تھے وہیں وہ عراق، یمن اور عمان بھی جاتے تھے۔ شام اور مصر میں رومی اور عراق میں ایرانی حکومت کے قوانین سے وہ دوچار ہوتے تھے، یمن جس نے بعد میں اسلامی قانون کی ترقی میں بڑا حصہ لیا ہے ایسا علاقہ تھا کہ جس میں نہ صرف ایک اس کا اپنا نہایت قدیم تمدن تھا بلکہ وہ یکے بعد دیگرے اسلام سے کچھ ہی پہلے یہودیوں، حبشیوں، رومیوں اور ایرانیوں کی حکومت میں رہ چکا تھا اور ہر ایک سے کچھ نہ کچھ تاثرات حاصل کر چکا تھا۔ حجاز، یمن، بحرین، عمان وغیرہ ساحلی علاقوں کو چھوڑ کر اندروں عرب میں بے شبہہ اجنبی تاثرات ناپید سے تھے۔ لیکن عہد نبوی میں اسلامی مملکت نے بیرون ملک پھیلنے کا جو آغاز کیا وہ دس پندرہ ہی سال بعد حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مغربی چین سے لے کر اندلس کے کچھ حصے تک پہنچ گئی اور اس وسیع مقبوضہ علاقے میں صرف رومی قانون رائج نہ تھا بلکہ بہت سے دیگر مستقل تمدن

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے عراق میں قدیم ایرانی قانون مال گزاری باقی رہنے دیا جیسا کہ مسعودی کا بیان ہے اور کوئی تعجب نہیں جو شام اور مصر میں رومی نظام جزیہ باقی رکھا گیا ہو۔

حضرت عمرؓ نے خاص کر چنگی وغیرہ مسائل کے لئے حکم دے رکھا تھا کہ بیرونی مسافروں سے وہی برتاؤ کیا جائے جو ان کے ملک میں مسلمان مسافروں کے متعلق ملحوظ ہو۔ جیسا کہ امام ابو یوسفؒ نے اپنی کتاب الخراج میں تصریح کی ہے۔

خصوصی معاہدات کے ذریعہ سے بھی قانون انتظامی کے مختلف اجزاء، خلافت راشدہ اور اس کے بعد ہمیشہ نافذ ہوتے رہے۔ کوفہ شیعیت کا مرکز تھا اور یہ ایرانی علاقے میں تھا۔ بنی امیہ برسر اقتدار آئے تو شیعی امام زیادہ تر حجاز میں رہے۔ وہاں رومی اثرات معدوم کہے جا سکتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ وہ ایرانی النسل یا کم از کم ایرانی الوطن تھے اور ان کی زندگی زیادہ تر کوفہ، مکہ، بغداد کے غیر رومی علاقوں میں گزری اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کتب قانون روما کا راست یا بالواسطہ کبھی اس دور میں عربی میں ترجمہ ہوا ہو۔ قانون اسلام سے بیرونی اثرات کو کم کرنے کے لئے ابتداء ہی سے ایک انقلابی اصول قرآنی احکام کے تحت نافذ کر دیا گیا تھا کہ ہر مذہب کے لوگ اپنے قانون شخصی کے پابند رہیں اور ان کو عدل گستری ان کی اپنی خصوصی عدالتوں میں ان کے اپنے ہم مذہب حکام کے ہاتھوں ہو اور اسلامی قانون کے وہ پابند نہ ہوں۔

میں نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ کم از کم ابتدائی فقہی کتابوں کی ترتیب ہی قانون روما کے مماثل ہو۔ قانون روما زمانہ قبل مسیح ہی سے عبادات کو معاملات سے الگ کر چکا تھا اور دنیاوی معاملات کا قانون اشخاص، اشیاء اور ضابطہ PERSONS, THINGS, & ACTIONS کے تین حصوں میں تقسیم ہوتا تھا۔ ہم ابھی دیکھ چکے ہیں کہ ابوحنیفہؒ کی ترتیب، عبادات معاملات اور جنایات کے تین حصوں میں بٹی ہوئی تھی۔ جس میں قوانین عمومی یعنی دستور اور انتظام مملکت بھی شامل تھے اور ان کی یہ ترتیب رومی قانون کی ترتیب سے بنیادی اختلاف رکھتی ہے۔ ابوحنیفہؒ کا زمانہ بنی امیہ کے اور بنی عباس کے ابتدائی دور پر مشتمل تھا۔ اور یونانی علوم وفنون کا زیادہ ترجمہ اور رواج نہیں ہوا تھا۔ پھر بھی جو کچھ رواج ہوا ہو اس سے ممکن تھا کہ چند فنی اصطلاحیں لی گئی ہوں، لیکن

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

منطق و فلسفہ، طب و نجوم، کلام و جغرافیہ وغیرہ کے برخلاف اصول فقہ میں کوئی معرب اصطلاح کسی زمانے میں نہیں ملتی۔ نہ لاطینی نہ یونانی نہ فارسی نہ کوئی اور جتنے بھی الفاظ ہیں وہ قدیم عربی ہی کے مروج الفاظ ہیں اور اکثر قرآنی الفاظ ہیں۔ مثلاً فقہ، شرع، سنت وغیرہ جن کو اصطلاح کی حیثیت دی جانے لگی تھی۔ معاملات اور کاروبار تجارت میں چند غیر عربی اصطلاحیں ملتی ہیں لیکن وہ بھی غالباً اسلام سے پہلے ہی عربی میں آچکی تھیں مگر یہ فارسی تھیں۔

امام مالک نے موطا میں جو ترتیب رکھی ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کی ترتیب سے مختلف ہے اور عبادات و معاملات سب غلط ملط ہیں مجھے امام زید بن علیؒ کے مجموع الفقہ کو اس مضمون کے لکھتے وقت مکرر دیکھنے کا موقع نہ ملا لیکن اس کی بھی ایک مستقل ترتیب ہے گو وضو یا نماز ہر ایک کے ہاں سب سے مقدم ہے کیونکہ حدیث نبوی میں اسے دین کا ستون قرار دیا گیا تھا۔ ان تینوں ہم عصر فقہاء کی تالیفوں میں ابواب کی ترتیب کا بے انتہا اختلاف بتاتا ہے کہ ترتیب میں بھی ان کے سامنے کوئی بیرونی نمونہ نہ تھا اور ہر کوئی اپنی ذہنی جولانی سے اپنے لئے کوئی خاکہ پسند کر رہا تھا۔ امام شافعیؒ اور امام حنبلؒ کا زمانہ نسبتاً بہت بعد کا ہے ان سے یہاں بحث کی ضرورت نہیں البتہ یہ قابل ذکر ہے کہ رومی ترتیب کسی بھی اسلامی فقیہ نے اختیار نہیں کی قانون روما اور قانون اسلام میں بنیادی فرق بھی کم نہیں۔ رومی بت پرست اور مشرک تھے تو مسلمان وحدانیت کے لئے اٹھے۔ روما میں پدری سطوت معاشرتی نظام کی بنیاد تھی۔ ۹۱ عربوں میں یہ چیز زمانہ جاہلیت میں تھی نہ زمانہ اسلام میں۔ قانون روما اس قدر لکیر کا فقیر تھا کہ اس کی ''دل برداشتہ کرنے والی ضابطہ پرستی'' TEDIOUS FORMALITIES کبھی بھی دور نہ ہوسکی۔ مثال کے طور پر گایوس کے نسبتاً جدید (دوسری صدی عیسوی کے) مجموعہ قانون میں حکم ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی درخواست میں انگور کی بیل لکھے تو مقدمہ خارج ہوجائے کیونکہ قانون دوازدہ الواح میں انگور کے درخت کی اصطلاح آئی ہے۔ ۹۲

مقدمہ بازی میں دعویٰ اور جواب وغیرہ میں الفاظ بلکہ حرکات تک ناقابل تبدیل تھے۔ ۹۳

خود جس چیز کو رومی قانون کہا جاتا ہے وہ بھی خالص رومی چیز نہیں ہے، بلکہ غیر قوموں سے تماس نے ''قدیم پست'' PRIMITIVE قواعد کو بدلنے پر آمادہ کیا۔ آخر افریقہ سے تجارت، پھر

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ایشیائے کوچک کے تمدن سے سابقہ مشرقی اثرات کو رفتہ رفتہ قانون روما میں رچانے اور اسے مہذب بنانے کا باعث ہوئے۔ ۹۴

ابتداء میں قانون روما فوس FAS یا قانون مراسم مذہبی پر مشتمل تھا اور دیوتا ہر انسانی معاملے میں دلچسپی لیتے سمجھے جاتے اور پجاری براجتا تھا۔ ۴۵۱ تا ۴۴۸ ق م میں قانون دنیاوی JUS کو الگ کر کے اس کا تعلق کشوری انتظامات سے کر دیا گیا۔ چنانچہ مجلس دہگانہ نے قانون دوازدہ الواح مرتب کیا جس میں کاروبار کے متعلق احکام تھے۔ ۹۵ رفتہ رفتہ حکمرانوں نے قانون سازی کے اختیارات حاصل کر لئے۔ اسلام میں پجاریوں کا نظام کبھی آیا ہی نہیں اور قرآن وحدیث کے خلاف قانون سازی کا کبھی کسی کو اختیار ملا ہی نہیں۔ قانون روما میں نکاح اور غلامی کے متعلق جو اخلاق سوز اور ظالمانہ احکام تھے وہ اسلام میں کبھی نہ آئے۔ نکاح اور غلامی کے متعلق بہت سے اسلامی ادارے قانون روما میں کہیں نہیں ملتے گو چند ادارے مشترک ضرور ہیں۔ لیکن وہ نئے نہیں تھے بلکہ قدیم سے عربوں میں رائج تھے۔ یا پیغمبر اسلام نے ان میں اصلاح کی تھی۔

بے شبہہ ابتدائی فقہی کتابوں کے نام مثلاً مجموع، جامع، مدونہ، مبسوط اصل، ام، حاوی، CODE, COMPENDIUM, PANDECTS PRINCIPLES, INSTITUTES, CORPUS وغیرہ کے ہم معنی معلوم ہوتے ہیں لیکن ایک تو یہ ممکن ہے کہ اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے عرب مولفوں کے ذہن میں یہ نام خود ہی آئے ہوں کیونکہ عربی میں ان کے سوا کوئی اور نام ہو بھی نہیں سکتے۔ اور دوسرے جسٹی نین کی تدوینات بھی جو پورے قانون روما پر حاوی ہیں، امام مالکؒ یا امام محمد شیبانیؒ کی کتابوں سے حجم یا تنوع میں کچھ بہت بڑھے ہوئے نہیں ہیں بلکہ عبادات کو مقابلے سے حذف بھی کر دیں تو معاملات میں ایسے بہت سے ابواب ہمیں ان اسلامی کتابوں میں ملتے ہیں جن کا ذکر قانون روما میں بالکل نہیں ہے۔ امام محمد کی کتاب المبسوط اگر چھپ جائے تو دو، ڈیڑھ ہزار صفحوں سے کم میں نہ آئے۔ موطا امام مالکؒ کے مختلف ایڈیشن بھی خاصے بڑے ہیں اور یہ بالکل ابتدائی فقہی کتابیں ہیں ورنہ پانچویں صدی ہجری میں امام سرخسی نے امام محمدؒ کی کتاب کے خلاصے کی جو شرح مبسوط کے نام سے لکھی وہ بڑی تقطیع کی پوری تیس

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

جلدوں میں چھپ سکی اور ہزار سالہ ارتقاء پر جسٹی نین نے پچاس ابواب کا جو ڈائجسٹ مرتب کرایا اس سے صرف سو سالہ ارتقاء پر قانونِ اسلام تنوع کی حد تک اچھی طرح مقابلہ کر سکتا ہے بلکہ بہت سے امور میں زیادہ مہذب اور موافق اخلاق ہے۔ غور کرنے پر یہ بھی نظر آتا ہے کہ اگرچہ بنی امیہ کا پائے تخت دمشق رومی علاقے میں تھا، لیکن ان کے زمانے میں اہل علم وقلم یا تو حدیث کو جمع اور مرتب کرنے میں منہمک رہے یا ادبیات یا صرف ونحو پر توجہ کی۔ فقہ سے شوق عہد بنی عباس میں شروع ہوا جو ایرانی ماحول میں رہتے تھے اور بغداد میں اپنا پایہ تخت منتقل کر چکے تھے لیکن بدقسمتی سے ایرانی قوانین کے متعلق جدید ترین مغربی تحقیقات بھی یہ ہے کہ وہ قانون روما کے مقابلے میں بہت فرومایہ تھے۔ مجھے نہیں معلوم کے ان کے آئین نامہ وغیرہ کی ترتیب وکیفیت کیسی تھی۔ ولسن وغیرہ کی تحقیق میں تو عہد نبوی اور آغاز اسلام کے وقت مشرق میں قانون روما سرے سے رائج ہی نہ تھا۔ اور مشرقی رواجات اور پادریانہ تحکیمات ہی کا دور دورہ تھا۔ قانون روما کا احیاء صدیوں بعد نشاۃ ثانیہ میں شروع ہوا، چنانچہ:

> It may be doubted whether Justinian's immediate subjects derived any very great benefit from the Corpus juris. Most of it was in Latin, whereas the bulk of them spoke Greek, and some Syriac or Arabic. It was repeatadly and capriciously altered by the legislator himself during the last thirty years of his reign. and there are other reasons for supposing that the Imperial enactment of this period seldom made themselves felt much beyond the chief centres of administration, and that in the outlying districts of the Eastern provinces the regular tribunals were less resorted to then clerical arbitrators, the bishops and presbyters of the different sects, whose legal notions were derived at second or third hand from the older Roman law sources with an admixture of other elements.

ترجمہ: یہ امر مشتبہ ہے کہ جسٹی نین کی اصلی رعایا نے اس کے مجموعہ قوانین سے کوئی بہت بڑا فائدہ اٹھایا ہو، کیونکہ ان قوانین کا بڑا حصہ لاطینی زبان میں تھا اور رعایا میں سے اکثر یونانی بولتے تھے اور

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کچھ سریانی یا عربی۔ پھر خود قانون ساز ہی اپنی حکومت کے آخری تیس سالوں کے دوران میں بار بار اور محض بے اصولی کے ساتھ ان قانونوں کو بدلتا رہا۔ ان کے علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن کی بناء پر یہ رائے قائم کرنی پڑتی ہے کہ اس عہد کے شہنشاہی قوانین بڑے بڑے مستقرہائے نظم ونسق کے باہر محسوس بھی نہیں ہوتے تھے اور مشرقی صوبوں کے دور دراز اضلاع میں باقاعدہ عدالتوں میں لوگ اتنا رجوع نہیں ہوتے تھے جتنا پادریوں، اسقفوں اور مذہبی افسروں کے پاس ثالثی کے لئے اور ثالثوں کے قانونی تصورات قدیم قانون روما کے ماخذوں پر دوسرے یا تیسرے واسطے سے مبنی تھے اور ان رومی ماخذوں میں بھی دیگر عناصر شامل تھے"۔

غرض قانون اسلام پر قانون روما کا اثر پڑا یا نہیں، اس سوال کے جواب میں تائید میں صرف ایک امکان پیش کیا جاسکتا ہے کہ اسلام نے اپنے قانون کی ترقی اور تدوین کے آغاز ہی میں ان علاقوں پر قبضہ کرلیا جہاں پہلے رومی یعنی بیزنطینی حکومت تھی۔ اس علاقے کے نومسلموں کا اور عام طور پر اس علاقے کے رواجات سے قرآن وحدیث کے سکوت کے وقت فقہاء کا مسائل اخذ کرنا ممکن ہے۔ ۹۶ اس ایک امکان کے مقابل بارہ واقعات ناقابل نظر اندازی ہیں۔

۱۔ مرجع قانون اسلامی یعنی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو وہ زبانیں آتی تھیں جن میں قانون روما لکھا ہوا تھا اور نہ آپ کا قیام ان علاقوں میں رہا جہاں وہ قانون رائج تھا۔

۲۔ اسلامی قانوں کی بنیاد اولاً اپنی پیدائش گاہ کے رواجوں پر ہونی چاہیے۔ حجاز میں رومی اثرات کبھی نہیں آئے۔

۳۔ تمام ابتدائی اسلامی مذاہب فقہ حجاز یا عراق یعنی غیر رومی علاقوں میں پیدا ہوئے اور پھلے پھولے، واحد استثناء امام اوزاعی کا سمجھا جاتا تھا مگر یہ سندھی الاصل تھے، بیروت کی فوجی رباط میں قیام اواخر عمر میں کیا تھا۔

۴۔ بے شبہہ اموی دور میں دارالخلافہ دمشق کے رومی علاقے میں تھا لیکن اموی دور میں فقہ سے زیادہ تفسیر، حدیث، تاریخ، طب وغیرہ پر توجہ ہوئی۔ فقہ کا مرکز اموی دور میں بھی کوفہ اور حجاز ہی تھے۔ عباسی دور میں فقہ سے توجہ ہوئی تو دارالخلافہ عراق میں منتقل ہوگیا تھا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

۵۔ منطق، فلسفہ، جغرافیہ طب الٰہیات، ریاضی وغیرہ ۹۷ کے برخلاف فقہ میں کسی زمانے میں بھی معرب اصطلاحیں نہیں ملتیں، بلکہ سب کی سب خالص عربی اصطلاحیں ہیں جو قرآن یا حدیث کے الفاظ سے ماخوذ ہیں۔

۶۔ اور علوم کے برخلاف فقہ کی تدوین وترقی کے زمانے میں قانون کی کسی بیرونی کتاب کے عربی میں ترجمے کا کوئی ذکر نہیں ملتا اور نہ ایسے فقہاء ملتے ہیں جو رومی قانون کی کتابوں کو پڑھنے کے لئے اجنبی زبانوں مثلاً لاطینی، یونانی، سریانی سے واقف ہوں۔

۷۔ قریب قریب تمام مشہور فقہاء غیر رومی علاقوں سے پیدا ہوئے، حجاز کے بعد سب سے زیادہ ایران اور ترکستان نے فقہاء کو پیدا کیا۔ یہاں ایرانی اور بدھی اثرات تو ہونگے لیکن رومی اثرات نہیں۔

۸۔ حضرت عمرؓ نے جنگی اور مال گزاری کے قواعد غیر رومی علاقوں سے اخذ کئے تھے، جزیہ تک بھی قدیم ایران میں ملتا ہے، رومی علاقوں میں نہیں، قاضی القضاۃ کا عہدہ بھی ایران میں تھا۔ کم از کم موبذ موبذ اں عدالتی کام بھی کرتا تھا۔

۹۔ قرآن نے صراحت سے حکم دیا ہے کہ ذمی رعایا کو قانونی اور عدالتی خودمختاری حاصل رہے۔ اس پر عہد نبوی ہی سے عمل شروع ہوگیا اور عثمانی ترکوں تک باقی رہا۔ اس کا ناگزیر نتیجہ مسلمانوں اور ذمیوں کے نظام ہائے قانون کی ایک دوسرے سے جدائی اور باہم عمل وردعمل سے علیحدگی رہی۔

۱۰۔ فتوحات اسلامی کے آغاز ہی پر مسلمانوں نے وقت واحد میں ایرانیوں اور رومیوں دونوں پر ایک ساتھ حملہ کرکے دونوں کو ایک ساتھ زیر کیا تھا یہ کہنا کہ مفتوحوں میں صرف رومیوں کا اثر فاتحین پر پڑا اور اسپین سے چین تک اور آرمینیہ سے ہندوستان تک جو دیگر مفتوح اقوام تھے ان کے رواجات کا اثر نہ پڑا محض ترجیح بلا مرجح ہے۔

۱۱۔ اسلامی تمدن اور رومی تمدن میں بنیادی فرق بھی بہت ہیں، جہاں تک میں تقابلی مطالعہ کرسکا عبادات (یعنی توحید، نماز، روزہ، حج، زکات، تعزیرات، مالیات، قرض وسود، وراثت، نکاح،

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

نسب، خلع، غلاموں کی آزادی، عدل گستری، قانون بین الممالک وغیرہ میں کوئی مماثلت نہیں ملتی۔ لے دے کر حصہ معاملات کا رہ جاتا ہے، ان کی مماثلت کے اسباب کی تلاش سے قطع نظر غیر مماثل اجزاء کے وجود سے اتنا تو ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ قانون اسلامی کے بہت بڑے حصے پر قانون روما کا بالکل اثر نہیں ہے۔

۱۲۔ آغاز اسلام پر قانون روما مشرقی رومی یعنی بیزنطینی سلطنت میں رائج ہی نہ تھا، بجز چند صوبہ وار صدر مقاموں کے اور پادریوں نے عدل گستری اور تحکیم و ثالثی اپنے ہاتھ میں لے رکھی تھی اور مذہبی یا خودغرضانہ وجوہ سے غیر عیسائی رومی قانون سے رجوع کرنا پسند نہ کرتے تھے۔

میں نے ایک مستقل مقالے ۹۸ میں یہ تحقیق کرنے کی کوشش کی ہے کہ قانون روما کے اثرات قانون اسلامی پر ہوئے یا نہیں؟ میں مذکورہ بالا خلاصہ دلائل سے اس نتیجے پر پہنچنے پر مجبور ہوں کہ فقہاء نے بیرونی مصادر سے استفادہ ضرور کیا لیکن ان بیرونی مصادر میں قانون روما کا حصہ اتنا کم ہے کہ اسے کوئی خصوصی اور امتیازی جگہ نہیں دی جا سکتی اور شاید یہ کہنا بہت زیادہ مبالغہ نہ ہوگا کہ قانون اسلام کے بیرونی اثرات میں قانون روما کا حصہ مشکل سے سواں حصہ ہوگا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

حواشی:

۱؎ حضرت ابراہیم کا وطن عراق تھا۔ کافر باپ نے گھر سے نکالا تو بیوی حضرت حاجرہ کے ساتھ ہجرت کر کے مصر گئے۔ وہاں کے بدکار بادشاہ نے معجزے دیکھے تو توبہ کی اور اپنی بیٹی حضرت حاجرۃ خدمت گزاری کے لئے حضرت سارۃ کو بطور تحفہ پیش کی۔ پھر حضرت ابراہیم فلسطین میں آ بسے جہاں مصری بیوی حضرت حاجرۃ سے حضرت اسماعیل پیدا ہوئے جو خدا کے حکم سے، ماں کے ساتھ، مکہ جا بسے اور وہاں قبیلہ جرہم میں نکاح فرمایا انھیں کی اولاد سے قریش کا قبیلہ وجود میں آیا۔ پھر جرہموں کو قبیلہ خزاعہ ایک جنگ میں شکست دے کر مکے پر قابض ہوگیا۔ اسماعیلی اب خزاعیوں سے رشتہ داریاں کرنے لگے۔

۲؎ تفصیل میں میں نے ایک الگ مضمون ''شہری مملکت مکہ'' میں دی ہے جو اسلامک کلچر میں ۱۹۳۸ء میں اور ترجمہ، معارف اعظم گڑھ میں ۱۹۴۲ء میں چھپا ہے۔ دیکھئے شمارہ، ۱۔۲، نیز میری کتاب ''عہد نبوی میں نظام حکمرانی'' میں۔

۳؎ دیکھو السہیلی کی الروض الانف ۹۱/۱، نیز دائرہ معارف اسلامیہ مطبوعہ لاہور، جلد ۸، مادہ ''حلف الفضول''۔

۴؎ یمن کے سفروں کے لئے دیکھو تاریخ طبری، طبع یورپ ۱۱۲۹/۱ اور سفر بحرین وعمان کے لئے مسند احمد بن حنبل جس کا نیچے ذکر آئے گا۔

۵؎ کسی پیغمبر سے کسی خاندان کو عزت حاصل ہوتی ہے، نہ کہ خاندان سے پیغمبر کو ''جونیر گھرانے'' سے منشا یہ ہے کہ شروع میں جب قصیٰ نے شہری مملکت قائم کر کے اس کا نظم ونسق اپنے بعد اپنے بچوں میں بانٹا تو ابھی قبیلہ بنو ہاشم کا وجود نہ تھا۔ کئی نسلوں کے بعد اپنے چچازاد بھائیوں سے الگ ہو کر یہ ایک مستقل قبیلہ بنا تو نظم ونسق میں اسے کوئی حصہ، کوئی عہدہ حاصل نہ تھا، پھر ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب کو چاہ زمزم کی دریافت پر اس کنویں کی نگرانی حاصل ہوئی اور بس۔ خانہ کعبہ، فوج، عدالت م پارلیمانی مشورت وغیرہ کے عہدے دوسرے گھرانوں میں متوارث رہے۔ رہا ''جونیر رکن'' اس کا مطلب یہ ہے کہ خود حضور اکرم کے قبیلے کی سرداری ان کے چچاؤں میں رہی اور ابو طالب کے بعد ابولہب کو حاصل ہوئی۔ خود حضور کو نہیں۔

۶؎ مسند احمد بن حنبل، جلد چہارم، صفحہ ۲۰۶

۷؎ کتاب المحبر، ابن حبیب، ۲۶۵، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد۔ نیز اس موضوع پر میرا ایک

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

با تصویر مفصل فرانسیسی مضمون رسالہ ''فرانس اسلام'' پارلیس میں۔

۸ـ کیونکہ اس خط میں لکھا تھا کہ: ''میں تیرے پاس اپنے بھائی جعفر کو بھیج رہا ہوں۔ جب وہ پہنچے تو اس کی مہمانداری کر''۔

۹ـ ''روا'' یا ''مباح'' کے معنی یہ نہیں کہ اسے ضرور کیا جائے بلکہ وہ ہر شخص کی صوابدید، اس کے ذوق سلیم، اس کی ضرورت، اور اس کے خصوصی حالات پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور نہ صرف دو آدمیوں کے بلکہ ایک ہی آدمی کے دو مختلف اوقات کے طرز عمل میں ان کے متعلق اختلاف ہو سکے۔

۱۰ـ خاص اس حدیث معاذ پر شام کے فاضل شیخ زاہد الکوثری نے ایک مستقل رسالہ لکھ کر اس حدیث کے سارے ماخذ بتائے ہیں۔ اس میں امام شافعیؒ کا ''رسالہ'' بھی بڑھانا چاہئے۔ یعنی امام شافعی تک اس حدیث کو صحیح اور قابل اعتماد سمجھتے ہیں۔

۱۱ـ حضرت عمرؓ کے زمانے کی چار پانچ نظیروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی قاضیوں کو یہی کرنا پڑتا تھا۔

۱۲ـ ابو حنیفہ کی علمیت کا معترف ہونے کے باوجود منصور (حکومت ۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ) کا ان کی جگہ امام مالک سے تدوین فقہ کی خواہش کرنا کچھ تو امام ابو حنیفہ کی پیرانہ سالی کے باعث ہوگا اور اس سے زیادہ ان کی سیاسی بے باکی اور آزاد خیالی کے باعث کہ عہد بنو امیہ میں وہ اعلانیہ انقلاب پسندانہ ہمدردیاں رکھتے تھے۔ چنانچہ جب امام زید بن علیؒ نے ایک سیاسی انقلاب کے لئے جدوجہد کی تو انہوں نے بہت بڑی رقم چندے میں دی تھی۔ بنی عباس برسر اقتدار آئے تو چندے صبر کیا پھر منصور کے خلاف امام حسن عنہ کے پڑپوتوں محمد بن عبداللہ بن الحسن بن الحسن اور ان کے بھائی ابراہیم کی طرف سے ۱۴۸ھ میں بغاوت ہوئی تو انہوں نے علانیہ منصور کی برائی کی تھی۔ شاید امام مالکؒ نے بھی ابتداً منصور کی بیعت کے جبری اور بے اثر ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ (سیرۃ النعمان، شبلی ۵۹ تا ۶۱) لیکن صیمری نے (ورق ۴۸/ب تا ۴۹/الف) ایک اہم واقعہ لکھا ہے کہ منصور نے ابن ابی ذئب العامری اور امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ تینوں کو بلا کر یہ سوال کیا تھا کہ ان کی رائے میں وہ خلافت کا اہل ہے کہ نہیں؟ ابن ابی ذئب اور امام ابو حنیفہؒ نے تو نصیحت کر کے در پردہ منصور کے کردار کی خامیاں برملا اس پر ظاہر کر دیں لیکن امام مالکؒ نے یہ دلچسپ انداز اختیار کیا۔

لو لم یرک اللہ اھلا لذلک

ما قدرلک ملک امر الامۃ

وأزال عنھم من بعد من نبیھم

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

وقــرب هــذا الامــر الــیٰ اهـل بیتـه
اعــانـک الـلــه عـلـیٰ مـاولاک
والهـمـک الشـکـر علـیٰ مـا خوّلک
واُعــانـک عـلــیٰ مـا اسـتـدعـاک

ترجمہ: اگر خدا تجھے اہل نہ سمجھتا تو وہ تجھے امت کے معاملات کا مالک بنانا طے نہ کرتا اور نہ امت سے ان لوگوں (کی حکومت) کو دور کرتا جو ان کے نبی سے (قرابت میں تجھ سے) زیادہ دور ہیں اور اس حکمرانی کو اہل بیت (نبوی) سے قریب کیا۔ اللہ تجھے اس کام میں مدد دے جو تیرے سپرد کیا ہے، اور جس چیز سے تجھے نوازا ہے اس کی (کماحقہ) شکرگزاری تجھے الہام فرمائے اور جس فریضے کے لئے تجھے بلایا ہے اس کی انجام دہی میں تیری مدد فرمائے۔

اس ذو معنی فلسفیانہ جواب سے منصور کا اطمینان ہوگیا اس نے امام مالکؒ کو انعام بھی دیا اور غالباً اسی عمدہ تاثر کے باعث، جب اسے بغاوتوں سے فراغت حاصل ہوئی اور ایک مجموعہ قانون ملک کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس نے امام مالکؒ سے رجوع کیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تدوین کی خواہش تک ابو حنیفہؒ کی وفات ہوچکی ہو اور ابو حنیفہ کے مدونہ قانون کو سیاسی وجوہ سے سرکاری قانون بنانا مناسب نہ معلوم ہوا ہو، بہرحال منصور کی خواہش تھی کہ جملہ قاضیوں کو موطاء امام مالکؒ مکمل ہونے پر اس کا پابند کردے، قدرت نے ابو یوسفؒ۔ ہارون الرشید کا قاضی القضاۃ بنادیا تو چاہے ''مذہب السلطان'' ہونے کے باعث ہی سہی (جیسا کہ یاقوت، معجم الادباء [ارشاد الاریب] جلد ۶، صفحہ ۱۲ میں اس کا عرف بتایا گیا ہے چنانچہ سمعانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ عمر بن ابراہیم بن محمد کہا کرتے تھے کہ ہوں تو میں زیدی مذہب کا، لیکن مذہب السلطان (حنفی مذہب) کے مطابق فتوے دیتا (اور فیصلے کرتا ہوں) بہرحال شرقی دنیائے اسلام میں حنفی فقہ سرکاری قانون بن گئی۔

۱۳؎ شبلی، سیرۃ النعمان، ۳۴ بحوالہ بلازری و معجم البلدان یاقوت

۱۴؎ ویوزرے DESVERGERS کی فرانسیسی کتاب ''عرب'' کے مطابق، ان یہودیوں کو اس کا پابند کیا گیا کہ اپنی لڑکیاں کسی یہودی کو بیاہ نہ دیں بلکہ صرف عیسائی کو دیں۔ ایضاً بحوالہ فرانسیسی تاریخ، کتاب Saint Martin, Histoire Du Bas-Empire، ص: ۴۰

۱۵؎ کتاب التراتیب الاداریہ المسمی نظام الحکومۃ النبویہ الکتانی، جلد اول۔ ۱، ۵۷

۱۶؎ مغازی الواقدی (مخطوطہ برٹش میوزیم) ورق، ۱۰۳۔ سیرۃ شامیہ غزوہ خندق۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

۱۷۔ کتاب المحبر، مولفہ ابن حبیب، باب المواخاۃ ۷۱

۱۸۔ الاستیعاب لابن عبدالبر، صفحہ ۱۵۳۶

۱۹۔ ایضاً، نیز میری کتاب الوثائق السیاسیہ، مطبوعہ بیروت میں وثیقہ ۳۱۴/الف

۲۰۔ یہ حدیث زبان زد عام تو ہے لیکن صحاح میں سے صرف ترمذی میں ''انا دارالحکمۃ علی بابھا'' کے الفاظ میں وارد ہے اور ترمذی نے اسے ''حدیث منکر'' قرار دیا ہے۔ الحاکم نے اپنی المستدرک میں یہ حدیث کی ہے کہ وہ انھیں صحیح معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس کتاب کے شارح امام ذہبی نے اسے موضوع (جعلی) قرار دیا ہے اور ابن حجر نے اپنی تہذیب التہذیب میں کوئی سند دیئے بغیر خاموشی سے اس کا ذکر کیا ہے۔ جو بھی ہو، حضرت علی کے علم وفضل سے کسے انکار ہوسکتا ہے؟

۲۱۔ فتح المغیث للسخاوی، ص: ۳۹۹ تا ۴۰۰

۲۲۔ مناقب ابی حنیفہ للصمیری مخطوطہ استانبول (فوٹو دراحیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد) ورق ۶۱۔ نیز معجم البلدان یاقوت ذکر کوفہ۔

۲۳۔ مناقب موفق ۱/۲۶۰ مناقب کروری ۱/۲۵۵

۲۴۔ صمیری ورقہ ۹۵/الف ذہبی کی مناقب محمد شیبانی ورق ۴۔ امام مالک کے ایک شاگرد عبدالرحمٰن بن قاسم بھی تھے جن سے فاتح صقلیہ قاضی اسد بن فُرات تلمذ حاصل کیا تھا اور ابن خلدون نے (مقدمہ، باب ۶ میں) صراحت کی ہے کہ قاضی اسد نے حنفی علماء ہی سے تعلیم پائی تھی۔ مشہور مالکی فقیہ سحنون انھیں اسد کے شاگرد رشید تھے۔

۲۵۔ میری کتاب صحیفہ ہمام بن منبہ کے مقدمے میں اس کی خاصی تفصیل ملے گی۔ یہ کتاب عربی، فرانسیسی، انگریزی اور ترکی کی طرح اردو میں بھی موجود ہے۔

۲۶۔ گولت سیہر کو (محمدانشے اشتودیئن، جلد ۲، صفحہ ۲۲۰) دھوکہ ہوا ہے اور العامری محمد بن عبدالرحمٰن مشہور بہ ابن ابی ذئب کو سب سے قدیم موطا نویس قرار دیا حتیٰ کہ ان کی وفات تک کسی سہو سے ۱۲۰ھ لکھ دی۔ ان کی وفات اصل میں ۱۵۹ھ میں ہوئی یہ غلطی تحقیق مزید نہ کرنے سے گولت سیہر کے حوالے سے بروکلمان نے تک (جرمن تاریخ ادبیات عربی [جلد ۱ صفحہ ۶۵ تا ۶۶] اصل معہ ضمیمہ جدید) دہرادی ہے۔ ان دونوں نے حوالہ زرقانی کا دیا ہے۔ لیکن زرقانی نے ابن ابی ذئب کی جگہ بن الماجشون کو تقدم عطا کیا ہے اور امام مالک کا پیشرو قرار دیا ہے۔ ابن ابی ذہب کی طرف ایک موطا منسوب کی ہے اور کوئی اور امر بیان نہیں کیا ہے۔ چونکہ یہ امام مالک سے زیادہ معمر تھے اس لئے ممکن ہے کہ انہیں نے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

موطاء پہلے تصنیف کی ہو۔

۲۷۔ ذہبی کی مناقب ابی حنیفہؒ (نشرۃ احیاء المعارف) میں ان کا نسب نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہے بعض روایتوں میں زوطی بن ماہ کا جو نام ملتا ہے وہ شبلی (سیرۃ النعمان) کی رائے میں نعمان بن مرزبان ہوگیا۔ زوطی کے لفظ کا تلفظ ''ط'' کے زیر اور زبر دونوں سے مروی ہے گویا زوطے پڑھنا چاہئے۔ اس کے معنی چھوٹے کے بیان کئے جاتے ہیں۔ ممکن ہے اسی ہندی لفظ کا معرب ہو''چین'' کو عربی میں ''صین کہنا پڑتا ہے۔ اسی لئے ''چھوٹے'' کو''صوطے بنانا گزیر ہے۔ صوطے سے ''زوطے'' (زوطی) ہو جانا آسان بات ہے۔

۲۸۔ تاریخ بغداد، ۲۹۷/۷، صفحہ ۳۲۵

۲۹۔ ابن سیرین کو ابو حنیفہؒ پر چوٹ کرنی ہوتی تو ''نبطی زادہ'' ہی کہا کرتے تھے ۵۵/الف مگر ''اس نبطی کے ہاتھوں کس کے کپڑے نہیں پھٹتے؟'' میں اعتراض سے زیادہ عظمت کا اعتراف ہی ہے۔ (صمیری ورق ۱۰۰)

۳۰۔ مناقب الامام الاعظم مؤلفہ الموفق، جلد ۲، صفحہ ۵۵ تا ۵۶

۳۱۔ صمیری ورق ۱/ب میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ خزاز تھے اور ان کی دوکان کوفہ میں دار عمرو بن الحریث میں معروف رہی ہے۔

۳۲۔ مناقب الامام الاعظم مؤلفہ الموفق ۵۹/۱

۳۳۔ ایضاً، ۶۴/۱

۳۴۔ سوال حیض سے متعلق تھا۔

۳۵۔ صمیری ورق ۱۱۸

۳۶۔ معلوم ہوتا ہے کہ فتوے پر اُجرت (فیس) شروع ہوگئی تھی۔

۳۷۔ موفق، ۵۷/۱ تا ۵۸

۳۸۔ تاریخ بغداد، ۲۹۲/۷، صفحہ ۳۳۱ تا ۳۳۲

۳۹۔ موفق، ۶۴/۱

۴۰۔ صمیری، ورق ا۔ب/۴۸

۴۱۔ موفق، ۶۶/۱، ۷۰ تا ۷۲۔ نیز صمیری ۴/۸ تا ۶/الف

۴۲۔ موفق، ۱۷/۱ تا ۱۹

۴۳۔ صمیری، ورق ۵۰/ب۔ مناقب مولفہ ذہبی برموقع۔ صمیری (۱۸/ب تا ۱۹/الف) میں یہی چیز گورنر ابن ہبیرہ کی طرف منسوب ہے۔ ممکن ہے دونوں کو یہ بات پیش آئی ہو۔ اسی کتاب میں (۴۷/الف تا ۴۸/الف) مکرر یہ واقعہ ایک گمنام گورنر کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

۴۴۔ موفق، ۱۴۳/۱ تا ۱۴۴۔ کردری ۱۸۴/۱ ابن فضل اللہ العمری نے اپنی کتاب مسالک الابصار میں یہی واقعہ ابن اسحٰق کی جگہ پولیس کمشنر حمید طوسی کی طرف منسوب کیا ہے جو غالباً صحیح تر ہے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

۴۵ موفق، ۱/۶۷ تا ۶۸

۴۶ عام طور سے بصرے کے امام ابن سیرین کا اس سلسلے میں نام لیا جاتا ہے۔ مگر شبلی نے (سیرۃ النعمان صفحہ ۵۵ میں) اس پر اعتراض کیا ہے کہ ابن سیرین کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی اور امام ابوحنیفہؒ کو یہ خواب حماد کی وفات ۱۲۰ھ کے بعد ہوا ہوگا۔ بہر حال کسی نے تعبیر کی ہوگی۔ خواب بھی آغاز تعلیم فقہ پر نظر آیا ہو سکتا ہے اور ابن سیریں ہی تعبیر کر سکتے ہیں۔

۴۷ موفق، ۱/۶۷ تا ۱/۶۸

۴۸ تاریخ طبری، صفحہ ۲۱۰۶ مطبوعہ لایدن

۴۹ موفق، ۱/۲۶۶

۵۰ ابن المقفع: کتاب الصحابہ، طبع مصر

۵۱ مناقب کردری ۲/۳

۵۲ ایضاً

۵۳ موفق، ۱/۸۲

۵۴ ایضاً، ۱/۸۱

۵۵ موفق، ۱/۸۹۔ صمیری، ۱۱/الف، ب

۵۶ موفق، ۱/۱۴۱ تا ۱/۱۴۲۔ صمیری (۲۶/ب) میں ابو مطیع کی جگہ توبہ نامی شاگرد کا ذکر ہے۔ ممکن ہے کہ دونوں کو یہی ہدایت کی ہو۔

۵۷ موفق، ۱/۲۴۴

۵۸ موفق، ۱/۱۶ مسعر اور عمر بن ذر کا اس سلسلے میں ذکر ہے اور ابن ذر کی خوش الحانی کی صراحت ہے۔

۵۹ موفق، ۱/۲۵۰ دیگر شہادت موفق، ۱/۲۵۱

۶۰ ایضاً، ۲/۱۴۰

۶۱ ایضاً

۶۲ مبسوط، سرخسی، ۱/۲ تا ۳۔ موفق ۱/۳۲، ۱/۳۳، ۱/۷۲، ۲/۱۳۳

۶۳ موفق، ۱/۳۴، ۲/۱۳۶۔ اس فہرست میں شاید راوی کی بے خیالی سے امام محمد شیبانیؒ کا نام بھی لے لیا جاتا ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ امام محمدؒ کی ولادت ہی ہوئی منصور کی خلافت کے وقت، اور امام ابوحنیفہ کی جب ۱۵۰ھ وفات ہوئی تو اس وقت ان کی عمر مشکل سے پندرہ سال کی تھی۔ امام محمد نے امام ابوحنیفہ کے درسوں میں شرکت کی تو (شاید آٹھ سالہ عمر ہی سے) کئی سال کی۔ لیکن تعلیم کی تکمیل اپنے معمر ترین رفیق درس امام ابو یوسفؒ کے پاس کی۔ جیسا کہ ابھی آگے بیان ہوگا۔ امام ابو یوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی اس تدوین فقہ کی انجمن کے کاتب (سیکریٹری) کی حیثیت سے کام کیا تھا۔ اور ممکن ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے بعد بھی انہوں نے تدوینی کام جاری رکھا ہو اور اس وقت امام محمد نے بھی اس میں مددی ہو یا خود ابوحنیفہؒ کے زمانے میں نقل نویس (مددگار کاتب) رہے ہوں۔ صمیری کی مناقب ابی حنیفہ (مخطوطہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

شہید علی پاشا، استنبول) میں یہ عجیب بات لکھی ہے کہ امام محمد شیبانی اصل میں امام ابوحنیفہ کے چچازاد بھائی کے بیٹے تھے: محمد بن الحسن بن عبداللہ بن طاؤس بن ہرمز۔ یہ آخر الذکر شیبانیوں کا بادشاہ تھا جو حضرت عمر کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا اور ابوحنیفہ بن نعمان بن ثابت بن طاؤس بن ہرمز۔ واللہ اعلم

۶۴ موفق نے اپنی کتاب کے باب ۳۳ میں ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن مبارک کی ماں خوارزمی تھی اور باپ ترکی تھا۔

۶۵ موفق، ۲۲۲/۱

۶۶ جواہر عبدالقادر نمبر (۷۰۳) صمیری کے ہاں صراحت ہے کہ اگر عافیہ اتفاق کر لیتے تو امام ابوحنیفہ کہتے: اسے لکھ لو، اور اگر اتفاق نہ کرتے تو ابوحنیفہ کہتے: اسے نوٹ نہ کرو۔

۶۷ موفق، ۳۳/۱۔ صمیری ۱۱۵/ب، ۱۱۶/الف

۶۸ موفق، ۳۳/۱۔ کردری، ۵۰/۱

۶۹ کردری، ۵۰/۱۔ موفق، ۳۳/۱

۷۰ کردری، ۱۵۰/۱ تا ۱۵۱

۷۱ کردری، ۱۴۵/۱

۷۲ کردری، ۵۳/۱

۷۳ موفق، ۱۶۴/۱

۷۴ خوارزمی۔ مناقب قاری صفحہ ۴۷۳

۷۵ موفق جلد دوم، صفحہ ۱۳۷ تا ۱۳۸

۷۶ موفق، ۳۵/۱

۷۷ مقدمہ ناشر الرد علی سیر الاوزاعی لابی یوسف نیز شرح السیر الکبیر للشیبانی۔ صفحہ ا میں سرخسی شارح کی تمہید

۷۸ کردری، ۱۸۵ تا ۱۸۶/۲۔ صمیری، ورق ۸۴/ب تا ۸۵/الف

۷۹ صمیری، ورق ۵۴/الف

۸۰ موفق، ۶۸/۲۔ صمیری، ۱۰۳/ب ۱۰۴/ب ۱۱۲/ب

۸۱ کردری، ۱۵۹/۲

۸۲ موفق، ۹۶/۱

۸۳ موفق، ۳/۲

۸۴ موفق، ۱۳۱ تا ۱۳۲/۲۔ کردری ۱۳۷/۲، وفیات الاعیان بن خلکان حالات امام ابو یوسف

۸۵ موفق، ۲۳۹/۲۔ کردری، ۱۴۱ تا ۱۴۲/۲، ۱۵۱/۲

۸۶ موفق، ۱۳۱/۲ نیز صمیری، ورق ۱۲/ب

۸۷ موفق، ۶۷/۲

۸۸ جلد اول صفحہ ۱۶۱

۸۹ عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم مخطوطہ شہر قیصری ترکی۔

۹۰ مسند امام احمد بن حنبل، جلد سوم، صفحہ ۴۲

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

۹۱ پوسٹ کا مقدمہ انسٹیٹیوٹ آف گایوس، صفحہ ۱۲

۹۲ گایوس، ۱۱/۴ ۹۳ پوسٹ، ص: ۲۳

۹۴ پوسٹ، ص: ۳۴ تا ۳۵ انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنس عنوان کارپس جورس سویلیس

۹۵ پوسٹ، ص: ۱۱ تا ۲۱

۹۶ کردری (ج:۲، ص: ۱۶۳) نے امام محمد شیبانی کے متعلق بے شک یہ لکھا ہے کہ ان کے سامنے پانی سے بھرا ایک طشت رہا کرتا تھا اور دس یونانی لونڈیاں (جوار رومیات) جو عربی خط اور عربی زبان سے واقف تھیں۔ حاضر رہا کرتیں اور مطلوبہ معلومات پڑھ کر سنایا کرتیں۔ ظاہر ہے کہ اسلامی ماحول میں پرورش پائی ہوئی ان لڑکیوں کو رومی قانون کا کیا علم ہوگا۔ مگر امام محمد شیبانی نے دیگر ہم عصروں کے مقابلے جو ضخیم کتابیں لکھی ہیں اس کا راز اس طرح کھلتا ہے کہ ان کے مسودہ، مبیضہ تلاش سب خود ہی نہیں کرنا پڑتا بلکہ مددگار موجود تھے (طاش کوپری زادہ کی صفتا السعادہ، ۱۱۰/۲ میں بھی یہ ذکر ہے)

۹۷ فلسفہ اور جغرافیہ غیر عربی (یونانی) لفظ ہیں۔ علم الٰہیات کو عرب شروع میں اتولوجیا Thedogia انگریزی میں Theology کہتے رہے۔ پھر ربوبیت اور بالآخر الٰہیات کہنے لگے اسی طرح ریاضی کو پہلے Mathematica انگریزی میں Mathematic پھر تعلیم اور بالآخر ریاضی سے موسوم کیا گیا۔ جیسا کہ پرانے عربی مخطوطوں میں نظر آتا ہے۔

۹۸ میرا مقالہ موتمر مستشرقین ہند کے اجلاس حیدرآباد (۱۹۴۱ء) میں انگریزی میں ''رومی قانون کا اثر اسلامی قانون پر'' اس کا تکملہ اس مقالے میں ہوا جو میں نے جامعہ انقرہ میں پڑھا تھا اور جو بعد میں وہاں کے کلیہ الٰہیات کے رسالے میں شائع ہوا۔ مثلاً میں نے بتایا کہ اور فرقوں کے علاوہ خود علم کا نام بھی قابل ذکر ہے۔ مسلمان اسے فقہ (یعنی معرفت) کہتے ہیں تو رومی پہلے اسے فاس (FAS) پھر یس (JUS) کہنے لگے اور ان دونوں لفظوں کے معنی ہیں ''حق'' عربی، فارسی، ترکی اور افغانستانی پشتو میں ''علم حقوق'' کی اصطلاح حال میں فرانسیسی لفظ ''دروا'' (DRUIT) سے لی گئی ہے۔ پرانے مسلمان اس سے ناواقف رہے اور علم حقوق سے مراد غیر اسلامی قوانین ہوتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کتابیات

مضمون میں ہر جگہ حوالے دیئے گئے ہیں۔ بطور خاص حسب ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

عربی:

ا۔ مناقب ابی حنیفه للصمیری (مخطوطہ استنبول، فوٹو در کتب خانہ احیاء المعارف النعمانیہ، حیدر آباد، دکن)۔

۲۔ مناقب ابی حنیفه للموفق (دائرۃ المعارف، حیدر آباد)

۳۔ مناقب ابی حنیفه للکروری (دائرۃ المعارف، حیدر آباد)

۴۔ مناقب الامام و صاحبیه للذهبی، نشرہ احیاء المعارف النعمانیہ، حیدر آباد

۵۔ فتح المغیث للسخاوی

۶۔ المبسوط للسرخسی

اردو:

۷۔ سیرت النعمان۔ مولفہ: مولانا شبلی نعمانی

۸۔ امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی۔ مولفہ: مولانا سید مناظر احسن گیلانی (کراچی ۱۹۴۹ء)

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

انگریزی:

۹۔ پوسٹ کا انگریزی مقدمہ گایوس کی لاطینی کتاب ''مجموعہ قانون'' پر۔

۱۰۔ ولسن کی انگریزی کتاب اینگلو محمڈن لاء

۱۱۔ شیلڈن آموس کی انگریزی کتاب ''تاریخ واصول قانون روما''۔

۱۲۔ ڈاکٹر حامد علی کا مضمون مدراس کے کلیہ قانون کے رسالے میں ''قانون روما کا اثر اسلامی اصول قانون'' پر۔

۱۳۔ میرا مقالہ موتمر مستشرقین ہند کے اجلاس حیدرآباد (۱۹۴۱ء) میں انگریزی میں ''رومی قانون کا اثر اسلامی قانون'' پر۔

اطالوی:

۱۴۔ رومی قانون اور اسلامی قانون کے تعلقات پر چند ملاحظات۔ مولفہ: نالینو، اطالوی سے ترجمہ رسالہ معارف اعظم گڑھ، جنوری ۱۹۵۳ء۔

فرانسیسی:

۱۵۔ تدوین فقہ کا معمہ، مولفہ: بوسکے (فرانسیسی مضمون مطبوعہ REVUE ALGERIENNE جولائی، اگست، ستمبر ۱۹۴۷ء)۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اشاریہ

آدمؑ، حضرت ۳۳
ابراہیمؑ، حضرت ۴۲
ابراہیم الغزاری ۳۸
ابراہیم نخعیؒ ۲۱، ۲۳، ۲۹، ۳۳
ابن ابی مطیع، محمد ۳۴
ابن اسحٰق ۳۱، ۳۹، ۴۰
ابن المقفع ۳۲
ابن حجر، امام ۳۸
ابن سیرینؒ ۳۳
ابن عباسؓ، حضرت ۲۵، ۲۹، ۳۱
ابن فضل اللہ العمری ۳۷
ابن ماجشون، امام ۲۶
ابوالحسین البصری ۲۵
ابوالوفاء الافغانی، مولانا ۳۸
ابوبحر معتصمی ۳۴
ابوبکر بن عبدالرحمٰن ۲۲
ابوبکر صدیقؓ، حضرت ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۳۲
ابوجعفر المنصور، خلیفہ ۱۹، ۲۹، ۳۱
ابوسلمہ ۲۲
ابوشاہ ۲۵
ابوموسیٰ اشعری، حضرت ۲۵
ابویوسفؒ، امام ۲۵، ۳۵، ۳۶،
۳۸، ۳۹، ۴۴
احمد بن حنبلؒ، امام ۲۳۔۴۵
اسد بن عمرو ۳۹
اسماعیل بن حماد ۲۹
اسود نخعی ۲۱
اعمشؒ ۳۳
ام سلمہ، بی بی ۲۲
امیر علی ۴۱
اوزاعی، امام ۳۷، ۳۸، ۴۸
بلقیس ۲۰
ترمذی، امام ۱۸
جسٹی نین ۴۲، ۴۶، ۴۷
جعفر الصادقؒ، امام ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۴۱
حبان ۳۵
حسن بصریؒ ۳۳
حسن بن زیادؒ ۳۵
حسینؓ بن علی ۲۳
حماد بن ابی سلیمانؒ ۲۱، ۲۳، ۲۹،
۳۰، ۳۱، ۳۲
حمید طوسی ۳۱

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

حفص ۳۵
خارجہ بن زید بن ثابت ۲۲
خارجہ بن مصیب ۳۵
خالد بن ولیدؓ ۲۰،۳۲
خزاری ۳۸
خطیب ۲۷،۲۹
خوارزمی ۳۷
داؤد بن نصیرؒ ۳۵
داؤد ظاہری ۲۳
ربیع (حاجب) ۳۱
زبیرؓ، حضرت ۲۲
زرقانی ۱۹،۲٦
زفر بن ہذیلؒ، امام ۳۵،۳۸،۳۹
زہیر ۴۰
زیدؒ، امام ۲۳،۲٦
زید بن ثابتؓ، حضرت ۲۲،۲۵
زید بن علی زین العابدینؒ، امام ۲۲،۲۴،
۲۵،۲٦،۳۸،۴۵
سالم ۲۲
سبا ۲۰
سخاوی ۲۲
سرخسی، امام ۴٦
سعید بن المسیبؒ ۲۲،۳۳
سفیان بن عینیہ ۲۲،۳۳
سلیمان بن یسارؒ ۲۲
سیف الائمہ سائلی، امام ۳۴
شافعیؒ، امام ۲۳،۲۴،۳۸،۴۰،
۴۱،۴۵
شعبیؒ ۲۷،۳۳
شیبانیؒ، امام محمد ۲۴،۳٦،۳۸،
۳۹،۴٦
صمیری ۳۹
طبری ۳۲،۴۰
طلحہ بن عبداللہ ۲۲
عافیہ ۳۵
عبدالرحمٰن بن عوف ۲۲
عبدالرحیم ۴۱
عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ۲۳
عبداللہ بن مبارک ۳۵،۳۹
عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ۲۱،۲۳،۲۹
عبدالمطلب ۴۲
عبیداللہ بن عبداللہ ۲۲
عثمانؓ، حضرت ۴۳
عروہؒ ۲۲
عطا بن ابی رباح ۲۷
عکرمہ مولا ابن عباسؓ ۲۷
علقمہ نخعیؒ ۲۱،۲۳،۲۹

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

علیؓ، حضرت ۲۱،۲۲،۲۳،۲۵،۲۹
علی بن مسعر ۳۹
علی زین العابدین ۲۳
عمرؓ، حضرت ۱۹،۲۰،۲۱،۲۲،۲۳، ۲۵،۲۹،۴۴،۴۹
عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت ۲۷
عمرو بن حزم ۲۵
عیسیٰؑ، حضرت ۴۲
فضیل بن عیاض ۳۵
قاسمؒ ۲۲
قاسم بن معن ۳۵
قصیٰ بن کلاب ۱۶
کسائی ۴۰
گایوس ۴۲، ۴۵
گرے جنتیوس ۲۰
ماسینیون، پروفیسر ۲۰
مالکؒ، امام ۱۹،۲۳،۲۴،۲۶، ۳۸،۳۹،۴۱،۴۵، ۴۶
محمد ﷺ ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۰، ۲۱،۲۳،۲۴، ۲۵، ۳۱،۳۲،۴۲، ۴۸
محمد باقر، امام ۲۲،۲۳،۲۴
محمد بن وہب ۳۹
محمد بن یوسف الدمشقی ۴۰
مسعودی ۴۴
معاذ بن جبلؓ، حضرت ۱۸
مقاتل بن سلیمان ۴۰
مکحولؒ ۲۷
مناظر احسن گیلانی، مولانا سید ۳۷
موسیٰؑ، حضرت ۴۲
موفق الدین مکی ۳۷،۴۰
میمونہ، بی بی ۲۲
نافع بن سرجس ۲۳
نجاشی ۱۷
واقدی ۳۹
وکیعؒ ۲۴،۳۵
ولسن ۴۷
ہارون الرشید، خلیفہ ۳۸
ہیثم بن عدی الطائیؒ ۲۸
یحییٰ بن زکریا ۳۵
یعقوب بن ابراہیم ۳۹

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

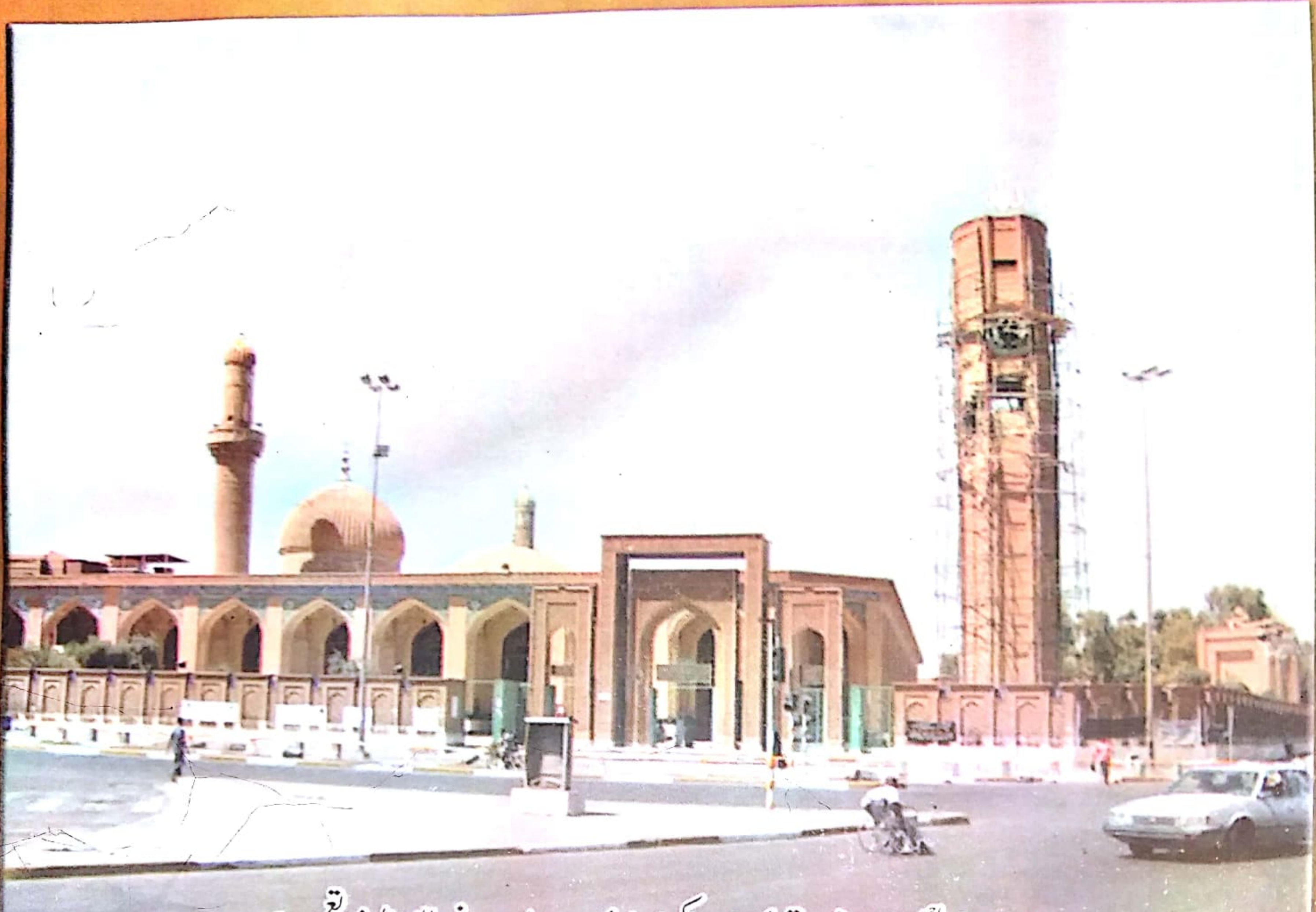

امام ابوحنیفہؒ کا مزار (عراق): امریکی بمباری سے تباہ ہونے والا مینار زیرِ تعمیر ہے۔

Scanned by CamScanner